جبران خلیل جبران

The Prophet

By

ترجمہ حبیب اشعر دہلوی

اچھی
کتاب
کا
نکھار
ہمیشہ
قائم
رہتا
ہے

النبیؐ

نقاش:۔ جبران خلیل جبران

عکاس:۔ حبیب اشعر دہلوی

ناشران

آئینہ ادب، چوک مینار، انارکلی، لاہور

بار سوم

۱۹۷۷ء

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت: ۹ روپے

اہتمام

م، ع، سلام آئینۂ ادب
چوک مینار، انارکلی، لاہور
فون نمبر ۶۷۵۰۴

طفیل آرٹ پرنٹرز، لاہور

فہرست

پہلی بات

"النّبی" جبران خلیل جبران کی THE PROPHET کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں جبران نے اپنے شاعرانہ افکار کو فلسفیانہ اسلوب میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب جبران کے فن کا نقطۂ عروج سمجھی جاتی ہے اور دنیا میں جبران کو اکثر و بیشتر اسی کتاب کے حوالے سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ اردو میں اس سے پہلے "النّبی" کے ایک چھوڑ دو ترجمے ہو چکے ہیں، ایک اردو کے مشہور اور صاحبِ طرز انشاء پرداز قاضی عبدالغفار مرحوم کا رہینِ قلم ہے اور "اس نے کہا" کے نام

سے شائع ہوا ہے۔ دوسرا خلیل صحافی کی کاوش کا نتیجہ ہے جس کا اردو نام "مسائلِ حیات" ہے

ان دو ترجموں کی موجودگی میں تیسرے نئے ترجمے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہ سوال قاری کے ذہن میں ابھر سکتا ہے اور لازماً ابھرے گا۔ سو اس کے جواب میں عرض ہے کہ نہ ان دونوں ترجموں میں کوئی نقص ہے، نہ وہ نایاب ہیں۔ لیکن راقم السطور چونکہ جبران کی تمام قابلِ ذکر کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر چکا ہے اور صرف یہی ایک کتاب اس کے قلم سے ترجمہ ہونے سے رہ گئی ہے اس لیے "سیٹ" کو مکمل کرنے کی غرض سے "تحصیل حاصل" کا بوجھ اپنے کندھوں پر لاد لیا گیا ہے۔

جس زمانے میں راقم السطور نے جبران کی تخلیقات کو اردو میں پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ اس کی نوجوانی کا زمانہ تھا۔ جب خیال کی دھندلی فضاؤں میں منڈلاتے رہنا ہی بال و پر کی توانائیوں کے اظہار کا

سب سے بہتر ذریعہ تصوّر کیا جاتا ہے۔ لیکن اب کہ کاروانِ عمر کہولت کی منزلوں کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے اور زندگی کے ٹھوس حقائق، فکر و خیال کے رنگین و خواب ناک طلسم کو پاش پاش کر چکے ہیں۔ ایک ایسی کتاب کا ترجمہ خاصا کٹھن ثابت ہوا۔ جس کا تمام سرمایہ خیال کی رعنائی اور تفلسفِ محض کی اعجوبہ کاری ہے۔ بہرحال جس طرح بن پڑا ترجمہ مکمل کر دیا گیا۔ اور اب یہ بُرا بھلا، جیسا کچھ ہے، آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

جو کچھ اُوپر عرض کیا گیا ہے، اس سے کسی قسم کی غلط فہمی آپ کے دِل میں پیدا نہیں ہونی چاہیئے۔ جبران جس مکتبِ خیال کا فن کار رہا ہے اور اپنے فن کے اظہار کے لئے اس نے جو ادبی سانچے بنائے ہیں۔ ان میں وہ آج بھی منفرد نظر آتا ہے۔ اس نے ادب کو بہت کچھ دیا ہے، اور عربی ادب کی تاریخ میں اس کا نام ہمیشہ زندہ و محترم رہے گا۔ مقصد صرف اپنے مذاق کی تبدیلی کا اظہار

تھا۔ جس کا عکس، ممکن ہے، آپ کو اس ترجمے میں کہیں کہیں نظر آئے۔ اور آپ یہ سوچنے لگیں کہ مترجم کے قلم میں وہ پہلا سا شغف اور زور باقی نہیں رہا!

حبیب اشعر

جہاز کی آمد

مصطفیٰ

وہ برگزیدہ اور محبوب

جو اپنے عہد کی صبح رخشاں تھا۔

شہر اورفالیس میں، بارہ برس تک، اپنے جہاز کا انتظار کرتا رہا،

جسے ایک دن واپس آکر اسے ایک چھوٹے سے جزیرے میں لے جانا تھا۔

اس چھوٹے سے جزیرے میں، جو اس کی جنم بھومی تھا۔

اور بارھویں سال، ستمبر کی ساتویں تاریخ ــ اور یہ فصلوں کی کٹائی

کے دن تھے ــ وہ شہر کے باہر ایک پہاڑ پہ چڑھا اور سمندر کی طرف

نگاہ کی۔

اُس کا جہاز، کہر کے دھندلکوں میں لپٹا ہُوا، اس کی طرف آ رہا تھا۔
اُس کے دل کے دروازے، اُدبدا کے کھل گئے۔

خوشی کا ایک دھارا پھُوٹا اور تیزی سے بہتا ہُوا پورے سمندر پر چھا گیا۔

اُس نے آنکھیں موند لیں اور اپنی روح کی خاموشیوں میں دُعائیں مانگنے لگا۔

جیسے ہی وہ پہاڑی سے اُترا۔ ایک اداسی اُس پہ چھا گئی۔
اُس نے اپنے دِل میں سوچا:
میں مطمئن اور بے غم کیوں کر جا سکوں گا؛
نہیں! کبھی نہیں!!
میں اپنی روح پہ چرکا کھائے بغیر اس شہر کو نہیں چھوڑ سکتا۔
..... دُکھ کے دن، جو میں نے اس شہر کی چار دیواری میں گزارے بہت طویل تھے۔
..... اور تنہائی کی راتیں، جو میں نے اس آبادی میں کاٹیں،

بہت دراز تھیں۔

اور کون ہے، جو اپنے دُکھ اور اپنی تنہائی سے رُخصت ہو اور اُس کا دل رنج و مایوسی سے نہ دھڑکے۔

..... اپنے خونِ دل کے کتنے قطرے میں نے اِس شہر کے گلی کوچوں میں بہائے ہیں۔

اور میرے جگر کے کتنے ٹکڑے، برہنہ و عریاں ان پہاڑیوں میں پھر رہے ہیں۔

میں اپنی روح پہ ایک بوجھ رکھے بغیر، اپنے دل میں ایک ٹیس محسوس کئے بغیر اُنہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں ؟!

یہ کوئی لباس نہیں، جسے آج میں اپنے جسم سے اُتار رہا ہوں، بلکہ میری کھال ہے جس کو مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے نوچ کر پھینکنا پڑ رہا ہے۔

یہ کوئی خیال بھی نہیں، جسے میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ بلکہ دل ہے جس کو بھوک نے گدرایا ہے اور جس میں پیاس نے رَس پیدا کیا ہے،

لیکن اب میں یہاں ٹھہر بھی نہیں سکتا۔

سمندر، جو ہر چیز کو اپنی آغوش میں کھینچ لیتا ہے، مجھے بُلا رہا ہے۔

اور میرے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ میں اپنے بادبان کھول دوں۔

اس لئے کہ میرا یہاں ٹھہرنا، جب کہ رات کی گھڑیاں شعلوں کی طرح دہک رہی ہوں، ایک جمود ہے، جیسے کوئی سیّال منجمد اور بلّوریں ہو کر ایک سانچے میں بند ہو جائے۔

کاش میں اپنے گرد وپیش کو ساتھ لے جا سکتا۔ لیکن اس کی کوئی صورت نہیں۔

آواز، زبان اور ہونٹوں کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی، جو اُسے پر پرواز عطا کرتے ہیں اور آکاش کے تار سے تنہا کاٹتی ہے۔

اسی طرح عقاب، جب سورج کی آتشیں کرنوں کو روندتا ہوا اُڑتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے۔ اپنے آشیانے کو ساتھ نہیں لے جاتا۔

جب مصطفیٰ پہاڑ کے دامن میں پہنچا، تو اس نے سمندر پہ دوبارہ

نظر ڈالی اور دیکھا کہ اس کا جہاز آہستہ آہستہ گودی سے قریب ہو رہا ہے
اور اس کے ہم وطن ملاح، جہاز کے عرشے پر کھڑے ہیں۔
اس کی روح نے بے اختیار انھیں پکارا اور اس نے کہا۔

اے موج کے شہسوارو!
اے میری ماں — میرے قدیم وطن — کے راج دلارو!
میں نے مدتوں تمھیں، اپنے خوابوں میں، سمندر کے سینے پر تیرتے
دیکھا ہے۔ اور اب تم میری بیداری میں میری طرف آ رہے ہو۔
اور میری بیداری میرا سب سے گہرا خواب ہے۔

دیکھو! میں چلنے کو تیار ہوں۔
اور میرا شوق اپنے بادبان کھولے ہوا کے جھونکوں کا منتظر ہے۔
بس ایک سانس، ایک آخری سانس میں اس خاموش فضا میں اور
لے لوں۔
اس کے بعد میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔
سمندر کا مسافر سمندر کے مسافروں میں شامل ہو جائے گا۔

اُور تو اے وسیع و عریض سمندر! اے مادرِ خوابیدہ!
تو کہ تیری ہی آغوش میں نہروں اور دریاؤں کو طمانیت و آزادی
نصیب ہوتی ہے۔
ذرا ٹھہر!
اس ندی کی موجیں چند قدم بڑھیں گی اور ان کے نغمے کی ایک
ہلکی سی بازگشت اس سرسبز وادی میں سرسرائے گی۔
کہ میں تیرے پاس آجاؤں گا۔
ایک بے نہایت قطرہ ایک بے نہایت سمندر میں!

جب وہ آگے بڑھا تو اس نے دُور سے دیکھا کہ مرد اور عورتیں
اپنے اپنے کھیت اور تاکستان چھوڑ کر، تیز تیز قدموں سے شہر کے دروازوں
کی طرف چلے آرہے ہیں۔
اُس نے سُنا کہ وہ اس کا نام لے لے کر پکار رہے ہیں۔
کھیتوں کھیتوں بلند آواز میں، جہاز کی آمد کا اعلان کر رہے ہیں۔

اُس نے دل میں کہا۔

کیا جدائی کا دن ہی وصال کا دن ہو گا؟

اور کیا کہا جائے گا کہ میری شام درحقیقت میری صبح تھی؟

اس شخص کو میں کیا دے سکوں گا جس نے میری خاطر اپنا ہل کھیت میں پڑا چھوڑ دیا۔

جس نے میرے لیے شراب کشید کرنے کی مشین کا پہیہ چلتے چلتے روک دیا؟

کیا میرا دل ایک لدا پھندا درخت نہیں بن سکتا کہ میں اس کے پھل توڑ کر ان میں بانٹ سکوں۔

کیا میری تمنائیں ایک چشمے کی طرح نہیں اُبل سکتیں کہ میں ان کے پیالے بھر دوں؟

کیا میں ستار ہوں

کہ قدرت کا ہاتھ میرے تاروں کو چھیڑے؟

یا بانسری ہوں۔

کہ اس کے سانس میرے سینے سے گزریں؟

میں خاموشیوں کا جویا ہوں۔

تو کون سا ہے وہ خزانہ، جو میں نے اُن کی تہوں میں پایا اور اب

اسے اطمینان و اعتماد کے ساتھ تقسیم کر دوں؟

اگر آج کا دن میری فصل کی کٹائی کا دن ہے، تو کس کھیت میں میں

اپنے بیج بکھیرے تھے؟

اور وہ کونسی فصل تھی، جو میرے ذہن سے محو ہو گئی؟

اگر یقینی طور پر یہی وہ ساعت ہے، جب مجھے اپنا چراغ اُٹھانا ہے،

تو اس کے اندر روشن ہونے والا شعلہ میرا شعلہ نہیں ہو گا۔

اور شاید میں اپنا خالی اور تاریک چراغ اٹھاؤں گا۔

شب کا محافظ اس میں تیل ڈالے گا اور وہی اُسے روشن بھی کرے

گا۔

یہ تھیں وہ باتیں جنھیں مصطفیٰ نے لفظ و بیان کا لباس پہنایا۔

لیکن بہت سی باتیں اس کے دل میں ناگفتہ رہ گئیں۔

وہ خود بھی اپنے عمیق ترین راز سے پردہ نہیں اُٹھا سکتا تھا۔

اور جب وہ شہر میں داخل ہوا، تو سارے شہر والے اُس سے ملنے آئے۔

وہ سب کے سب یک زبان ہو کر اُسے پکار رہے تھے۔

شہر کے بڑے بوڑھے اُس کی طرف بڑھے اور کہا:

"اتنی جلدی ہم سے رخصت نہ ہو۔

"تو ہماری زندگی کے جھٹ پٹے میں نصف النہار کا آفتاب بن کر چمکا۔

"اور تیرے شباب نے ہمیں کیسے کیسے خواب دیکھنے سکھائے"

"تو ہمارے درمیان کوئی اجنبی یا مہمان نہیں ہے۔

"بلکہ ہمارا چہیتا بیٹا ہے، جس پر ہماری روحیں فریفتہ ہیں۔

"ہماری آنکھوں کو اپنے حسین چہرے کے دیدار کا پیاسا نہ بنا۔

اب کہانت پیشہ عورتیں اور مرد اس کی طرف بڑھے اور بولے:

"سمندر کی موجوں کو اپنے اور ہمارے درمیان حائل نہ ہونے دے۔

"اور جو ماہ و سال تو نے ہمارے ساتھ رہ کر گزارے ہیں اُنہیں

"یاد" نہ بنا۔

"ایک روح کی طرح، تو ہمارے گرد بکھرا ہے۔

"تیری پرچھائیں ایک روشنی ہے، جس نے ہمارے چہروں کو روشن کیا ہے۔"

"ہم نے تجھ سے بے پناہ محبت کی ہے۔"

"لیکن ہماری محبت بے زبان تھی۔ اور پردوں میں چھپی رہی۔

"مگر اب وہ تجھے بلند آواز سے پکار رہی ہے اور تیرے سامنے بے نقاب کھڑے ہونا چاہتی ہے۔

"اور ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ محبت اپنی گہرائی سے بے خبر رہتی ہے، یہاں تک کہ جدائی کی گھڑی آجائے۔"

اور لوگ بھی آئے اور اس سے التجائیں کرنے لگے۔ لیکن مصطفیٰ خاموش رہا۔

اس کے بعد اس نے اپنا سر جھکا لیا اور جو لوگ اس کے قریب کھڑے تھے، انھوں نے دیکھا کہ اس کے سینے پر آنسو بہہ رہے ہیں۔

لوگوں کے ہجوم میں وہ چلا۔ یہاں تک کہ مجمع عبادت گاہ کے سامنے ایک وسیع میدان میں پہنچ گیا۔

ہیکل کے ایک گوشے سے ایک کاہنہ نکلی، جس کا نام المترا تھا۔ اس نے المترا پر ایک شفقت بھری نظر ڈالی۔ اس لیے کہ سب سے پہلے وہی اس پر ایمان لائی تھی۔
اُس وقت، جب اُسے اس شہر میں آئے ایک ہی دن ہوا تھا۔

عورت نے بڑی گرم جوشی سے اُسے سلام کیا اور بولی۔
"اے خدا کے بھیجے ہوئے!
"اے منتہا کے پیچھے دوڑنے والے!
تیری نگاہیں، اپنے جہاز کی تلاش میں آفاق کے تارے کاٹتی رہی ہیں۔
اور اب تیرا جہاز آگیا ہے
اور تجھے جانا ہی پڑے گا۔

تیرا دل اپنی یادوں کی سرزمین کے لئے بہت بے چین ہے۔
ــــــ وہ جو تیری بڑی بڑی خواہشوں کا وطن ہے۔
ہماری محبت تیرے پاؤں کی زنجیر نہیں بن سکتی۔
نہ ہماری ضروریات تیرے قدم روک سکتی ہیں۔
لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اپنی روانگی سے پہلے تو ہم سے چند باتیں
کرے۔

اپنے "حق" سے کچھ حصّہ ہمیں دے
ہم وہ اپنی اولاد کو دے جائیں گے۔
اور وہ اپنی اولاد کو
اس طرح وہ کبھی ضائع نہ ہوگا۔

کیا تو نے اپنی تنہائی میں ہمارے دلوں کی دیکھ بھال نہیں کی،
اور اپنی بیداری میں ہمارے رونے اور قہقہے لگانے کی آوازیں
نہیں سنیں، جو سوتے میں ہمارے منہ سے نکلتی تھیں؟
ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری روح کے اسرار ہم پر منکشف
کر دے اور ہمیں وہ سب کچھ بتا دے جو تو نے موت اور زندگی کے

درمیان دیکھا ہے۔"

اُس نے جواب دیا:

"اے المترا اور فالیس والو!

میں تم سے کیا بات کر سکتا ہوں؟

میں اگر کچھ کہوں گا، تو اس چیز کے بارے میں کہوں گا، جواب

بھی تمہاری روح میں موجزن ہے۔"

محبّت

المترا نے کہا:
"ہمیں محبت کے متعلق کچھ بتا!"
اس نے اپنا سر اٹھایا اور لوگوں کی طرف دیکھا۔
مجمع پر خاموشی طاری ہو گئی اور اس نے گہری آواز میں کہا۔
"جب محبت تمہیں بلائے تو اُس کے پیچھے جاؤ۔
چاہے اُس کے رستے کٹھن اور دشوار گزار ہی کیوں نہ ہوں۔
اور جب وہ تمہیں اپنے پروں میں لپیٹے، تو خوشی سے لپٹ جاؤ۔
چاہے اُس کے پروں میں چھپی ہوئی تلوار تمھیں زخمی ہی کیوں نہ

کر دے۔

اور جب وہ تم سے بات کرے تو سرِ تسلیم خم کر دو!
چاہے اُس کی آواز تمہارے خوابوں کو مسمار ہی کیوں نہ کر دے
جس طرح بادِ شمال باغ کو اُجاڑ دیتی ہے۔"

"محبت تمہارے سر پہ تاج رکھتی ہے اور تمھیں دار پہ بھی
چڑھا دیتی ہے۔
وہ تمہارے شجرِ حیات کے تنے کو مضبوط بھی کرتی ہے اور اس کی
ٹہنیوں کو چھانٹتی بھی ہے۔
اور جس طرح وہ اس کی پُھننگ پہ پہنچ کر اِس کی انتہائی نازک اور
ملائم شاخوں سے کھیلتی ہے اور وہ سورج کی آغوش میں چمکتی ہے۔
اِسی طرح وہ اس کی گہری جڑوں میں اُترتی ہے جو زمین سے چمٹی
ہوئی ہیں اور اُنھیں جھنجھوڑ ڈالتی ہیں۔

وہ تمہیں اناج کے گٹھوں کی طرح اپنی گود میں بھینچ لیتی ہے۔

اور تمہیں عریاں کرنے کے لیے جھاڑتی اور کوٹتی ہے۔
پھر وہ تمہیں چھاج میں پھٹکتی ہے۔
اور بھوسی تم سے الگ ہو جاتی ہے۔
پھر وہ تمہیں چکی میں پیس کر باریک آٹا بنا دیتی ہے۔
پھر وہ اس آٹے کو اتنا گوندھتی ہے کہ اس میں لوچ پیدا ہو جائے۔
اور پھر اس کے بعد وہ تمہیں اپنی مقدس آگ کے حوالے کر دیتی ہے
تاکہ تم الوہیت کے مقدس دستر خوان کی مقدس روٹی بن جاؤ۔

محبت یہ سارے عمل تم پر کرتی ہے کہ تم اپنے دل کے بھید جان لو۔
اور اس عرفان سے تم زندگی کے دل کا ایک جزو بن جاتے ہو۔

لیکن تم اگر ڈر گئے اور تم نے صرف محبت کا سکون اور محبت
کی لذت ہی تلاش کی۔
تو بہتر یہ ہے کہ اپنی برہنگی کو چھپا کر تم محبت کے کھلیان سے نکل
جاؤ۔

ایک ایسی جامد دنیا کی طرف، جو موسموں سے خالی ہے۔
جہاں تم ہنسو گے، مگر دل کھول کر نہ ہنس سکو گے۔
جہاں تم روؤ گے، مگر جی بھر کے نہ رو سکو گے۔

محبت اپنے سوا تمھیں کچھ نہیں دیتی۔
اور محبت، اپنے سوا، تم سے کچھ نہیں لیتی۔
محبت کسی پر قبضہ نہیں کرتی۔
اور محبت پر کوئی قبضہ نہیں کر سکتا۔
کیونکہ محبت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ محبت ہے۔

جب تم محبت کرو تو تمھیں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ "خدا میرے دل میں ہے"
بلکہ یہ کہو کہ "میں خدا کے دل میں ہوں"
یہ نہ سمجھو کہ تم جدھر چاہو، محبت کا رخ پھیر سکتے ہو۔
محبت تو خود تمہاری رہنمائی کرتی ہے۔ بشرطیکہ تمھیں اپنی اطاعت

کے قابل پائے۔

محبت اپنے آپ کو پانے کے سوا اور کوئی خواہش نہیں رکھتی۔
پس اگر تم محبت کرو اور خواہشوں کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو تمہاری
ان خواہشوں کو چاہیے کہ۔
وہ پگھل کر بہتا چشمہ بن جائیں، جو رات کی خاموشیوں کو اپنا نغمہ
سناتا ہے۔
اور اس درد کو محسوس کرو جو شیفتگی کی موجوں میں لپٹا ہوتا ہے۔
اپنے طور پر محبت کو پہچانو اور اس کے تیر اپنے سینے پر کھاؤ!
اور ہنسی خوشی اپنا خون بہنے دو۔
سورج کی پہلی کرن پھوٹتے وقت اس طرح بیدار ہو کہ تمہارا دل
شوق و فریفتگی کے پروں سے اڑ رہا ہو۔
اور محبت کے ایک اور نئے دن کا تشکر و امتنان کے جذبات
کے ساتھ استقبال کرو۔
دوپہر کو جب تم آغوشِ استراحت میں آسودہ ہو تو محبت کے

نشے سے کیف اندوز ہوتے رہو۔

اور شام کو جب تم اپنے گھر واپس آؤ تو محبت کے لیے سراپا سپاس بن کر واپس آؤ۔"

پھر رات کو جب تم سونے لگو، تو تمہارے دل میں محبوب کی یاد ہو۔

اور تمہارے ہونٹوں پر اس کی مدح و توصیف کا نغمہ!"

شادی

المترا کے ہونٹ دوبارہ جنبش میں آئے۔

اور اُس نے کہا۔

"اور شادی کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ میرے آقا!"

اُس نے جواب دیا۔

"تم — مرد اور عورت — ساتھ پیدا ہوئے ہو اور ابد تک ساتھ ہی زندگی بسر کرو گے۔

اور جب موت کے سفید بازو تمہارے خاکسترِ حیات کو اُڑا دیں گے، اس وقت بھی تم ساتھ ہی رہو گے۔

ہاں! تم ساتھ رہو گے، یہاں تک کہ اللہ کے گمبھیر حافظے میں بھی!
لیکن تمہیں اپنے وصل میں کچھ فصل بھی رکھنا چاہیئے۔
تاکہ آسمان کی ہوائیں تم دونوں کے درمیان رقص کر سکیں۔
تم ایک دوسرے سے ضرور محبت کرو، لیکن محبت کو زنجیر نہ بناؤ!
تمہاری محبت کو ایک سمندر ہونا چاہیئے۔
جو تمہاری روحوں کے ساحلوں کے درمیان موج زن رہے۔
ایک دوسرے کا پیالہ بھرو۔ لیکن دونوں ایک ہی پیالے میں نہ پیو۔
ایک دوسرے کو اپنا اپنا نوالہ دو، لیکن دونوں ایک ہی روٹی، مل کر نہ کھاؤ۔
ایک دوسرے کے ساتھ گاؤ۔ ناچو اور خوشیاں مناؤ۔ لیکن ایک دوسرے سے آزاد بھی رہو۔
جیسے سارنگی کے تار کہ ایک ہی نغمے سے مرتعش ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔

اپنا دل ایک دوسرے کو دو، مگر اسے مالک نہ بناؤ!

اِس لیے کہ صرف دستِ حیات ہی تمھارے دلوں کو اپنے قبضے
میں رکھ سکتا ہے۔
ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہو، لیکن ایک دوسرے سے
چمٹ نہ جاؤ۔!
اس لیے کہ کلیسا کے ستون، ایک دوسرے سے الگ الگ
قائم رہتے ہیں۔
اور شاہ بلوط اور سرو کے درخت ایک دوسرے کے سائے
میں پروان نہیں چڑھتے۔

ایک عورت نے جو بچّے کو چھاتی سے لگائے تھی، کہا۔
"ہمیں بچّوں کے متعلق کچھ بتا!"
مصطفیٰ نے کہا:
تمہارے بچّے تمہارے بچّے نہیں ہیں۔
وہ زندگی کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ جب زندگی خود اپنے عشق میں بے قرار ہوتی ہے۔
وہ تمہارے ذریعے سے زندگی کی طرف آتے ہیں، تم میں سے نہیں آتے۔ اور اگرچہ وہ تمہاری آغوش میں پرورش پاتے ہیں

لیکن وہ تمہاری ملکیت نہیں ہوتے۔

تم انہیں اپنی محبّت دو، لیکن اپنے افکار اُن پر مسلط نہ کرو۔
اس لئے کہ اُن کے اپنے افکار ہیں۔
تم ان کے جسموں کو گھر کی آسائشیں بہم پہنچا سکتے ہو، اُن کی روحوں
کو نہیں۔
اس لیے کہ اُن کی روحیں مستقبل کے گھر میں رہتی ہیں۔
اس گھر میں تم نہیں جا سکتے۔
اپنے خواب میں بھی اسے نہیں دیکھ سکتے۔
تم ان کی مثال ہونے کی کوشش کر سکتے ہو۔
لیکن اُنہیں اپنی مثال بنانے کی کوشش نہ کرنا۔
اس لیے کہ زندگی اُلٹے پاؤں نہیں چل سکتی۔
نہ وہ دیروز کے ساتھ قیام کر سکتی ہے۔
تم سب کمانیں ہو، جن سے تمہارے بچّے زندہ تیروں کی طرح
چھوٹتے ہیں۔

اور اللہ اس نشانے کو دیکھتا ہے جو ابدیت کے رستے پہ لگا ہے۔

اللہ اپنی قوت سے ان کمانوں کو کھینچتا ہے۔

تاکہ اس کے تیر بہت تیز اور بہت دور جائیں۔

پس تم ہنسی خوشی اس کے سامنے جھک جاؤ۔

اس لیے کہ جس طرح وہ اُڑتے تیر سے محبت کرتا ہے، اسی طرح وہ

مضبوط کمان کو بھی عزیز رکھتا ہے۔

عطاء و بخشش

پھر ایک دولت مند نے کہا۔
"ہمیں عطاء و بخشش کے متعلق کچھ بتا!"
اور مصطفیٰ نے کہا۔
"جب تم اپنی املاک تقسیم کرتے ہو
تو کوئی ایسا بڑا کام نہیں کرتے۔
ہاں جب تم اپنی ذات میں سے کچھ دیتے ہو تو صحیح معنی میں
عطاء و بخشش کرتے ہو۔
تمھارے مملوکات ہیں کیا؟

سوائے ان چیزوں کے جنہیں تم اپنے پاس رکھتے ہو اور ان کی حفاظت کرتے ہو، اس خوف سے کہ تمہیں کل کہیں ان کی ضرورت نہ پیش آ جائے۔

"اور کل؟"

کل اس حرص کے مارے کُتّے کے لیے کیا تحفہ لائے گی جو ہڈیوں کو توریت میں چھپا دیتا ہے اور خود "شہر مقدس" کے زائرین کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے۔

"پھر... کیا احتیاج کا خوف ہی خود احتیاج نہیں ہے؟

پیاس کا خوف — جب کنواں پانی سے بھرا ہو — بجائے خود ایک کبھی نہ بجھنے والی پیاس ہے۔

کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کم دیتے ہیں... حالانکہ ان کے پاس بہت ہوتا ہے۔

یہ لوگ اپنی بخشش کا ڈھنڈورہ پیٹنے کے لیے دیتے ہیں اور ان کے نفس کی پوشیدہ خواہشیں، ان کے عطیوں کی پاکیزگی کو داغ دار

کر دیتی ہیں۔

اور کچھ ایسے ہیں، جن کے پاس بہت کم ہوتا ہے اور وہ سب کا سب بخش دیتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں، جو زندگی اور اس کی نیکی پہ ایمان رکھتے ہیں اور ان کے خزانے کبھی خالی نہیں ہوتے۔

کچھ وہ ہیں جو ہنسی خوشی دیتے ہیں اور یہ مسرّت ہی ان کا انعام ہے۔

کچھ وہ ہیں جو دیتے ہیں اور دے کر ملول ہوتے ہیں اور ملال سے ان کے نفس کی تطہیر ہوتی ہے۔

اور کچھ وہ ہیں جو دیتے ہیں اور اس دینے میں ملال محسوس کرتے ہیں، نہ خوشی کے جویا ہوتے ہیں اور نہ کبھی یہ خیال ان کے ذہن میں آتا ہے کہ اُن کی بخشش کوئی نیکی کا کام ہے۔

یہ لوگ دیتے ہیں اور اُن کی بخشش ایمان کے اُس پھول کی مثال ہوتی ہے جس کی خوشبو سے فضا مہکتی ہے۔

اِن جیسوں کے دستِ سخاوت سے اللہ کا کلمہ جھلکتا ہے۔

اور ان کی آنکھوں کے پردے سے اس کی مسکراہٹیں زمین کو جھانکتی ہیں۔

مانگنے والوں کو دینا اچھا ہے
لیکن اس سے اچھا یہ ہے کہ حاجت مندوں کو محض پہچان کر بے مانگے
اس کی حاجت پوری کر دی جائے۔
سخاوت کرنے والے کو سخاوت سے زیادہ لذت حاجت مند کو
تلاش کرنے میں ملتی ہے۔
اور کیا سچ مچ تم کچھ بچا کر رکھ سکتے ہو!
لازماً ایک دن آئے گا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب خرچ
ہو جائے گا۔
تو پھر آج ہی کیوں نہ دے دو!
بخشش و عطا کی فرصت کو غنیمت سمجھو۔
اور اسے اپنے سوا کسی کی میراث نہ بناؤ۔

تم اکثر کہا کرتے ہو۔

میں ضرور دونگا، لیکن صرف اُس کو، جو مستحق ہو گا۔

لیکن یہ بات نہ تمہارے باغ کے درخت کہتے ہیں۔ نہ تمہاری چراگاہ کے مویشی۔

وہ دیتے ہیں کہ زندہ رہ سکیں۔

وہ اگر نہ دیں، تو فنا ہو جائیں۔

یقیناً جو کوئی شب و روز سے اپنا حصّہ پاتا ہے۔ وہ تم سے بھی ہر چیز پانے کا مستحق ہے۔

اور جو کوئی زندگی کے سمندر سے اپنی پیاس بجھانے کا حق رکھتا ہے وہ تمہاری آب جو سے بھی اپنا پیالہ بھرنے کا مستحق ہے۔

اس بدلے سے بڑا کون سا بدلہ ہو سکتا ہے، جس کی بنیاد ہمت یقین بلکہ احسان پہ ہو!

تم ہوتے کون ہو کہ لوگ تمہارے سامنے اپنا سینہ چاک کریں اور اپنی عزّتِ نفس کے چہرے سے نقاب اُٹھائیں کہ تم اُن کی اقدار کو برہنہ اور ان کی خودداری کو بے نقاب دیکھو۔

"پہلے یہ دیکھو، تم اس لائق بھی ہو کہ تمہیں کسی کا حاجت روا بنایا

جائے۔ تم میں یہ صلاحیت بھی ہے کہ عطا و بخشش کا وسیلہ بن سکو؟
واقعہ یہ ہے کہ خود زندگی ہی زندگی عطا کرتی ہے —— اور تم
جو اپنے تئیں سخی داتا گردانتے ہو، تمہاری حیثیت ایک شاہد سے زیادہ
کچھ نہیں۔

اور تم، اے پانے والو! —— اور تم سب پانے والے ہو ——
تشکر و امتنان میں غلو سے کام نہ لو، ورنہ تم اپنی اور اپنے دینے والوں
کی گردن میں ایک طوق ڈال دو گے۔
دینے والے کی بخششوں کو تو وہ بازو ہونا چاہیے، جو اسے بھی بلند
کریں اور تمھیں بھی۔
اگر تم نے اپنے تئیں قرض کے احسان تلے دبا لیا، تو یہ اُس سخاوت
پیشہ کی فیاضی میں شبہ ہوگا جسے کشادہ دل زمین نے جنم دیا اور جس کی
پرورش و پرداخت اللہ نے کی ہے۔"

اکل و شرب

پھر سرائے کے ایک بوڑھے مالک نے کہا۔

"ہمیں کھانے پینے کے متعلق کچھ بتا!"

مصطفیٰ نے کہا۔

"کاش! تم زمین کی مہک پہ زندہ رہ سکتے۔ جس طرح درخت محض سورج کی روشنی سے زندگی پاتا ہے۔

لیکن اگر تم مجبور ہو کہ اپنے کھانے کے لیے دوسروں کو ذبح کرو اور اپنی پیاس بجھانے کے لیے ماں سے اس کے بچے کا دودھ چھینو!

تو پھر اپنے اس عمل کو ایک عبادت بناؤ۔

"تمھارے دسترخوان کو ایک قربان گاہ ہونا چاہیئے، جس پہ میدانوں اور جنگلوں کے پاک اور معصوم جانور اُن پاک تر اور معصوم تر چیزوں پہ بھینٹ چڑھائے جائیں، جو انسان میں ہیں۔

جب تم کسی حیوان کے گلے پہ چھری پھیرو، تو دل ہی دل میں اُس بے زبان سے کہو :

" وہی قوت جو تجھے ذبح کرتی ہے، مجھے بھی ذبح کرتی ہے اور تیری طرح میں بھی فنا کے گھاٹ اُترنے والا ہوں۔
اس لیے کہ جس قانون نے تجھے میرے قبضے میں پہنچایا ہے۔ وہی مجھ کو مجھ سے قوی تر کے قبضے میں پہنچائے گا۔
تیرا اور میرا خون اُس سیّال کے سوا کچھ نہیں، جو شجرِ وجود کی آبیاری کرتا ہے۔"

اور جب تم سیب کو اپنے دانتوں سے چباؤ، تو اپنے دل میں

اس سے کہو:

"تیرے بیج میرے جسم میں رہیں گے۔
تیرے کل کھلنے والے شگوفے میرے دل میں پھوٹیں گے۔
تیری مہک میرا سانس بنے گی،
اور ہم، ہر موسم اور ہر رُت میں، ایک ساتھ خوشیاں منائیں گے۔"

اور خزاں کے موسم میں، جب تم کلال خانوں میں ان کا رس نچوڑنے کے لئے۔ اپنے تاکستان کے انگور جمع کرو، تو اپنے دل میں ان سے کہو۔

"میں بھی انگوروں کا ایک باغیچہ ہوں، میرے پھل بھی کلال خانے کے لیے جمع کیئے جائیں گے۔
اور تازہ شراب کی طرح مجھے ایک سرمدی خُم میں رکھا جائے گا۔"

اور جاڑے میں، جب تم ذخیرہ کی ہوئی شراب نکالو۔

تو ہر ساغر کے لیے تمہارے دل میں ایک نغمہ ہونا چاہیئے۔

اور ہر نغمے میں

خزاں کے دنوں کی یاد ہو،

انگوروں کے باغ کی یاد ہو،

اور کلال خانے کی یاد ہو!"

محنت

پھر ایک کسان نے کہا:

"ہم سے محنت کے متعلق کوئی بات کر!"

مصطفیٰ نے کہا:

"تم اس لیے محنت کرتے ہو کہ زمین کے ساتھ، قدم سے قدم ملا کر چل سکو اور اس کا بھید جان لو۔

کیونکہ جب تم سستی اور کاہلی سے کام لیتے ہو، تو موسموں سے ناآشنا ہو جاتے ہو۔

زندگی کے اُس جلوس سے پیچھے رہ جاتے ہو جو شکوہ و جلال

اور سرفراز نیاز مندی کے ساتھ، ابدیت کی طرف رواں دواں ہے۔

جب تم کام کرتے ہو، تو ایک بانسری ہوتے ہو، جس کے سینۂ چاک چاک سے گزر کر زمانے کی سرگوشیاں نغموں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔
تم میں کون ہے، جو ایک گونگا بہرا سرکنڈا بننا چاہے۔
جب کہ اس کے گرد و پیش تمام نرکل، ایک کے اور ایک آواز میں باہم نغمہ پرداز ہوں؟

تم اکثر سنتے ہو کہ محنت ایک لعنت ہے اور مزدوری ایک بدبختی۔
لیکن میرے نزدیک جب تم محنت کرتے ہو تو زمین کے دور دراز خواب کو شرمندۂ تعبیر بنانے میں حصّہ لیتے ہو۔ جس کے لیے تم اُسی دن نامزد کر دیے گئے تھے، جس دن اس خواب نے جنم لیا تھا۔
اور جب تم مزدوری کرتے ہو، تو در حقیقت زندگی کی محبت میں قدم بڑھاتے ہو۔
محنت کے ذریعے زندگی سے محبت کرنا، دوسرے لفظوں میں

زندگی کے سب سے گہرے راز تک پہنچنا ہے۔

لیکن جب تم اپنے آلام کے ہجوم میں یہ کہتے ہو کہ تمہاری پیدائش

ایک المیہ ہے۔

اور جسمانی تقاضوں کی بجا آوری ایک لعنت ہے جو پیشانی پہ

لکھ دی گئی ہے۔

تو میں تم سے کہتا ہوں کہ پیشانی پر لکھی ہوئی اس لعنت کو پسینے

کے قطرے ہی دھو سکتے ہیں۔

تم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ زندگی ایک ظلمت ہے۔

اور تم اپنی تھکن کی شدّت میں تھکے ہوئے لوگوں کی بات دُہرا

دیتے ہو۔

میں کہتا ہوں: زندگی واقعتہً ایک ظلمت ہے — اگر

اس میں طلب نہ ہو۔

اور طلب اندھی ہوتی ہے — اگر اس کے ساتھ

علم نہ ہو۔

اور علم بے معنی ہے — اگر عمل سے ہم آہنگ نہ ہو۔

اور عمل کھو کھلا ہے ـــــ اگر اس میں محبّت شامل نہ ہو۔

اور جب تمہارے عمل میں محبت شامل ہو جاتی ہے تو تم اپنی ذات

سے، لوگوں سے اور اللہ سے وابستہ ہو جاتے ہو۔

اور محبّت سے کام کرنا کیا ہے ؟

وہ ایسا ہے، جیسے تم اپنے دِل کے تار نکال کر اُن سے کوئی کپڑا

بُنو کہ تمہارا محبوب اُسے پہنے۔

جیسے تم اپنے جذبات سے ایک گھر بناؤ کہ تمہارا محبوب اُس میں

رہے۔

جیسے تم ہلکے پھلکے ہاتھوں سے بیج ڈالو اور خوشی خوشی فصل کاٹو کہ

تمہارا محبوب اس کا ثمر کھائے۔

جیسے تم اپنے ہر عمل میں اپنی روح کی ایک ایک توانائی پھونک

دو اور پھر دیکھو کہ تمہارے تمام مرحوم اعزہّ، تمہارے گرد کھڑے

نظارہ کر رہے ہیں۔

میں نے تمہیں اکثر کہتے سنا ہے ـــــ گویا تم نیند میں بڑبڑا رہے

ہو ــــ کہ

"وہ شخص، جو مرمر کی دل فریب مورتیاں بناتا ہے اور پتھر میں خود اپنی روح کی صورت جھلکتی دیکھتا ہے، اس شخص سے اونچا درجہ رکھتا ہے جو محض زمین میں ہل جاتا ہے۔

اور وہ مصوّر جو قوس قزح سے رنگ لے کر انھیں کپڑے کے ایک ٹکڑے پر انسانی شکل میں متشکل کرتا ہے اُس شخص سے بڑا ہے، جو محض ہمارے پاؤں کے لئے جوتے بناتا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں ـ سوتے میں نہیں، بلکہ دوپہر کی مکمل بیداری میں ــــ کہ

"ہوا دیو پیکر شاہ بلوط سے بھی اتنی ہی میٹھی سرگوشیاں کرتی ہے جتنی گھاس کے ایک بے حقیقت تنکے سے۔

بڑا وہ ہے، جو ہوا کی سرسراہٹوں سے نغمے پیدا کرتا ہے اور اپنی محبت سے ان نغموں کی مٹھاس بڑھاتا ہے۔

عمل وہ محبت ہے جس کے چہرے سے نقاب اُٹھادی گئی ہو۔

اس لیے اگر تم اپنے کام سے محبت نہیں کرتے اور اُسے بے دلی و
ناگواری کے ساتھ انجام دیتے ہو، تو بہتر ہے، کام چھوڑ دو۔
اور کلیسا کے دروازے پر بیٹھ کر ان لوگوں سے بھیک مانگو، جو ہنسی
خوشی کام کرتے ہیں۔
اس لیے کہ اگر تم بے دلی سے روٹی پکاتے ہو تو کڑوی روٹی پکاتے ہو،
جو صرف اُنہی لوگوں کا پیٹ بھر سکتی ہے، جن کی انسانیت ادھوری ہے۔
—— جو آدھے انسان ہیں
اور جب تم انگوروں کا رس، ناگواری کے ساتھ نچوڑتے ہو، تو گویا
اپنی شراب میں زہر گھولتے ہو۔
تمہاری ناگواری شراب میں زہر بن کر شامل ہو جاتی ہے۔
اور جب تم گاتے ہو —— وہ فرشتوں ہی کی لَے میں سہی —— لیکن
اپنے گیت سے محبت نہیں کرتے، تو گویا سننے والوں کے کانوں میں
روئی ٹھونس دیتے ہو۔
اور وہ دن کی آوازیں سن سکتے ہیں نہ رات کی۔

غم اور خوشی

ایک عورت نے کہا۔

"ہمیں غم اور خوشی کے بارے میں کچھ بتا!"

مصطفیٰ نے کہا:

تمہاری خوشی ہی تمہارا غم ہے۔ جس کے چہرے سے نقاب اُٹھا دی گئی ہے۔

وہی کنواں، جس سے تمہارے قہقہے بلند ہوتے ہیں، لبا اوقات تمہارے آنسوؤں سے لب ریز ہوتا ہے۔

اور اس کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے؟

غم کا نقش تمہارے اندر جتنا گہرا ہوتا ہے، اتنی ہی مسرت کی گنجائش

تم میں پیدا ہوتی ہے۔

کیا جس پیالے میں تمہاری شراب بھری ہے۔ وہی پیالہ نہیں ہے

جو کمہار کے آوے میں پکایا گیا تھا؟

اور کیا وہ بانسری، جو تمہاری روح کو تسکین دیتی ہے۔ وہی بانس

کا ٹکڑا نہیں ہے۔ جس کا سینہ چاقوؤں سے چھیدا گیا تھا!

خوشی کی گھڑیوں میں اپنے دل کی گہرائی میں اتر کر دیکھو۔

تم پاؤ گے جس چیز نے تمہیں مغموم کیا ہے، وہی چیز تمہیں مسرّت

عطا کر رہی ہے۔

اور غم کے لمحات میں، پھر اپنے دل کا جائزہ لو!

تم دیکھو گے کہ درحقیقت تم اسی چیز کے لیے رو رہے ہو، جس نے

تمہیں مسرّت بخشی ہے۔

تم میں سے بعض کہتے ہیں۔

"مسرت غم سے بہتر ہے!"

اور بعض کہتے ہیں:
"نہیں! غم بہتر ہے!!"
لیکن میں تم سے کہتا ہوں:
"وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیے جا سکتے، وہ ساتھ آتے ہیں۔"
"ان میں سے ایک جب تمہارے دسترخوان پہ ہو تو یاد رکھو! دوسرا تمہارے بستر میں ہو گا۔"

"یقین جانو! ترازو کے پلڑوں کی طرح تم اپنی خوشی اور اپنے غم کے درمیان معلق ہو۔
اور تم میں جمود اور توازن صرف اس وقت نظر آتا ہے جب تم خالی ہو۔
اور زندگی کا خزانہ دار — خدا — اپنا سونا اور اپنی چاندی تولنے کے لیے تمہیں اٹھاتا ہے، تو لازمی طور پر تمہاری خوشی یا تمہارے غم کے پلڑے جھک جاتے ہیں یا اٹھ جاتے ہیں۔"

گھر

اب ایک معمار آگے بڑھا۔
اور اس نے کہا:
"ہمیں گھروں کے متعلق کچھ بتا!"
مصطفیٰ نے کہا۔
"شہر کی چار دیواری میں گھر بنانے سے پہلے تمہیں اپنے خیال کی پہنائیوں میں ایک گل کدہ تعمیر کرنا چاہیے۔
کیونکہ جس طرح تم روزانہ شام کے جھٹ پٹے میں اپنے گھر

واپس آتے ہو۔

اسی طرح تمھاری سرگشتہ روح اپنے تنہا اور دور و دراز اُفق میں

اکیلی ٹھکانا تلاش کرتی ہے۔

تمہارا گھر تمہارا جسدِ اکبر ہے۔

جو دھوپ میں نمو پاتا اور رات کے سکون و سکوت میں

استراحت کرتا ہے۔

اُس کی نیند خوابوں سے تہی آغوش نہیں ہوتی۔

کیا تمہارا گھر خواب نہیں دیکھتا!

اور جب وہ خواب دیکھتا ہے تو شہر چھوڑ کر مرغزار میں نہیں

جاتا۔ یا پہاڑ کی چوٹی پہ نہیں چڑھتا؟

کاش میں تمہارے گھروں کو مٹھی میں لے کر اُنھیں اس طرح

بکھیر سکتا جس طرح کسان اپنے بیجوں کو جنگلوں اور کھیتوں میں بکھیرتا ہے۔

کاش! وادیاں تمہاری سڑکیں ہوتیں اور سبزہ زار تمہارے

راستے۔

تاکہ تم تاکستانوں میں ایک دوسرے کو تلاش کرتے اور جب اپنے
گھروں کو واپس ہوتے، تو تمہارے کپڑوں میں مٹی کی مہک ہوتی۔
لیکن ابھی ان چیزوں کا وقت نہیں آیا۔
تمہارے باپ دادا کے دلوں پر خوف اسی درجہ غالب آگیا تھا کہ
انھوں نے تمھیں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو جمع کر دیا۔
یہ خوف ابھی کچھ دن باقی رہے گا۔
اور تمہارے شہر کی دیواریں ابھی کچھ دن تمھارے گھروں اور کھیتوں کے
درمیان حائل رہیں گی۔

اے اورفالیس کے رہنے والو! مجھے بتاؤ:
تمھارے ان گھروں میں ہے کیا؟
اور کیا چیز ہے، جس کو تم اپنے دروازوں میں قفل لگا کر حفاظت
کرتے ہو۔
کیا وہ امن وسکون ہے؟ —— وہ خاموش تحریک جو تمھاری
قوت کو بے نقاب کرتی ہے!

یا وہ یادیں ہیں ـــــ وہ جگمگاتی محرابیں، جو تمہارے ذہن کی رفعتوں پر سایہ کناں ہیں؟

یا وہ حُسن ہے، جو تمہارے دلوں کو اینٹ اور لکڑی کی بنی ہوئی چیزوں سے بلند کر کے کوہِ مقدس کی طرف لے جاتا ہے؟

مجھے بتاؤ! کیا یہ چیزیں ہیں تمہارے گھروں میں؟

یا تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ـــــ سوائے آسائش اور آسائش کی ہوس کے!

آسائش کی وہ ہوس، جو چور بن کر تمہارے گھروں میں داخل ہوتی ہے۔

وہ مہمان بن کر آتی ہے، پھر میزبان بن جاتی ہے اور اس کے بعد مالک بن بیٹھتی ہے۔

پھر وہ ایک سدھارنے والے کا روپ دھار لیتی ہے، جو اپنا ہنٹر گھماتا ہے اور تمہاری بلند خواہشوں کو اپنا کھلونا بنا لیتا ہے۔

اس کے ہاتھ اگرچہ ریشم کی طرح نرم و نازک ہوتے ہیں۔ لیکن

اس کا دل فولاد کی طرح سخت ہوتا ہے۔

وہ تمہیں لوریاں دے دے کر سلا دیتا ہے، اور اس سے اس کا
مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ تمہارے بستر کے قریب کھڑے ہو کر
تمہارے جسموں کی حرمت کا مذاق اُڑائے۔

پھر وہ تمہارے صحیح و سالم حواس پر استہزاء کرتا ہے اور انھیں
شیشے کے برتنوں کی طرح گھاس پھونس میں لپیٹ دیتا ہے۔

میری جان کی قسم! آسائش کی ہوس روح کے شعلے کو بجھا دیتی ہے
اور پھر ہنستی ہوئی اس کے جنازے کے ساتھ چلتی ہے۔

لیکن اے فضا کے جگر گوشو! تم کہ راحت میں بھی بے چین
ہوتے ہو۔

تم نہ پھندے میں پھنسو گے، نہ تمہارے قدم بہکیں گے۔
تمہارا گھر کبھی لنگر نہیں ہو گا — بلکہ بادبان ہو گا۔
وہ چمکیلی جھلی نہ ہو گا، جو زخم پر ہوتی ہے۔ بلکہ پلک ہو گا۔ جو
آنکھوں کی حفاظت کرتی ہے۔

تمھارے لیے ضروری نہ ہو گا کہ اس کے دروازوں سے گزرنے
کے لیے اپنے بازو سمیٹو۔
یا اپنا سر جھکاؤ کہ وہ اس کی چھت سے نہ ٹکرا جائیں۔
یا اپنا سانس روکو، اس خوف سے کہ اس کی دیواریں شق ہو
کر زمین پر نہ آ رہیں۔
نہیں تم ان قبروں میں نہ رہو گے، جو مُردوں نے زندوں کے
لیے بنائی ہیں۔
اور تمھارے گھر، چاہے وہ کتنے ہی عالی شان کیوں نہ ہوں،
تمھارے راز کی حفاظت اور تمھارے شوق کا تحمل نہ کر سکیں گے۔
اس لیے کہ وہ لامحدود ذات، جو تمھارے اندر ہے اس کا
مسکن "آسمانی مملکت" ہے۔
اس کا دروازہ صبح کی روشنی ہے۔
"اور اس کے دریچے رات کے نغمے اور اس کی خاموشیاں ہیں۔"

لباس

پھر ایک جولاہے نے کہا۔

"ہمیں لباس کے متعلق کچھ بتا؟"

مصطفیٰ نے جواب دیا:

"تمہارا لباس تمہاری بہت سی خوبیوں کو چھپا لیتا ہے لیکن تمہارے عیبوں کی پردہ پوشی نہیں کرتا۔

اور اگرچہ تم اپنے لباس میں خلوت کی آزادی تلاش کرتے ہو۔

لیکن وہ اُلٹا تمہارے لیے ایک بیڑی اور ایک زنجیر بن جاتا ہے۔

کاش! تم سورج کی کرنوں اور ہواؤں کا استقبال اپنے کپڑوں
کے ذریعے کم اور جلد کے ذریعے زیادہ کرتے۔
اس لیے کہ زندگی کے سانس سورج کی کرنوں میں ہوتے ہیں
اور زندگی کے ہاتھ ہواؤں کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔

تم میں سے بعض کہتے ہیں:
جو کپڑے ہم پہنتے ہیں، وہ بادِ شمال کے بُنے ہوئے ہیں۔
اور میں کہتا ہوں:
ہاں! وہ بادِ شمال ہی کے بُنے ہوئے ہیں۔
لیکن شرم اس کا کرگھا تھی اور نرم اور ڈھیلے عضلات اُس کا
تانا بانا۔

اور جب وہ کپڑے بُن چکی تو جنگل میں جا کر اُس نے خوب
قہقہے لگائے۔

یہ نہ بھولو کہ وہ ایک ڈھال ہے۔ جو تمھیں بدکاروں کی نظروں
سے بچاتی ہے۔

اور جب بدکاری ہی نہ رہے تو شرم کیا رہ جاتی ہے، سوائے ایک زنجیر کے، جو عقل کو باندھ کر ناکارہ بنا دیتی ہے؟

اور یہ بھی فراموش نہ کرو کہ جب تمھارے ننگے پاؤں زمین کو مس کرتے ہیں، تو وہ خوش ہوتی ہے۔

اور ہوا جب تمہارے کھُلے بالوں سے کھیلتی ہے، تو شوق و شغف کے سانس اس کے مُنہ سے نغمے برساتے ہوئے نکلنے لگتے ہیں۔

خرید و فروخت

پھر ایک سوداگر نے کہا۔

"ہمیں خرید و فروخت کے متعلق کوئی مشورہ دے۔"

اور مصطفیٰ نے جواب میں کہا۔

"زمین اپنے سارے پھل تمھیں بخشتی ہے۔

اور اگر تم یہ جان لو کہ اس کی بخشش سے اپنی جھولیاں کیسے

بھر سکتے ہو۔

تو پھر تم کبھی محتاج نہیں ہو سکتے۔

اگر تم زمین کی نعمتوں کا آپس میں تبادلہ کر سکو۔

تو خیر و برکت کی فراوانی تمہارا نصیب ہو گی۔
اور اس سے تمہارے دل آسودگی حاصل کریں گے۔
لیکن جب تک یہ تبادلہ محبت اور شفقت آمیز انصاف سے تہی دست ہے، کچھ لوگوں میں حرص و طمع کے بیج بوئے گا اور باقی سب ترستے پھڑکتے رہیں گے۔

اور تم —— اے سمندروں، کھیتوں اور تاکستانوں میں پسینہ بہانے والو!
جب بازار میں جلاہوں، ٹھٹھیروں اور پنساریوں سے ملو، تو —— اس روحِ ارض سے، جو عطا و بخشش کا سرچشمہ ہے، درخواست کرو کہ وہ تمہارے درمیان آئے اور اُن ترازوؤں کو برکت دے جو قیمت کو قیمت سے تولتی ہیں۔
اور ان تہی دستوں کو اپنے معاملات میں شریک ہونے کی اجازت نہ دو۔ جو تمہاری محنت کو خالی خولی الفاظ سے خریدنا چاہتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے صاف صاف کہہ دو :
"اس کی بجائے ہمارے کھیتوں میں چلو۔
یا ہمارے بھائیوں کے ساتھ سمندر پہ جاؤ اور وہاں جال
ڈالو۔

اس لیے کہ زمین اور سمندر، تم پہ بھی اپنے فیضان کا دروازہ
اسی طرح کھولیں گے، جس طرح وہ ہم پہ کھولتے ہیں۔

اور جب وہاں تمہاری ملاقات موسیقاروں، رقاصوں اور
نے نوازوں سے ہو، تو ان کا مال بھی خریدو۔
اس لیے کہ تمہاری طرح وہ بھی پھل اور خوشبوئیں جمع کرتے
ہیں۔
اور جو چیزیں وہ تمہارے پیسے لے کر لاتے ہیں وہ اگرچہ خیال
و تصور کی دنیا میں تیار ہوتی ہیں لیکن تمہاری روحوں کے لیے لباس
اور غذا کا کام دیتی ہیں۔

اور اِس سے پہلے کہ تم بازار سے واپس آئے ۔
اچھی طرح دیکھ لو کہ وہاں سے کوئی خالی ہاتھ تو اپنے گھر واپس
نہیں گیا۔
اس لیے کہ وہ سرچشمۂ عطا ، وہ روحِ ارض ، اس وقت تک ہوا
کے ہنگورے میں بیٹھی نیند نہ سو سکے گی ، جب تک تم میں سے حقیر
ترین فرد کی ضرورت پوری نہ ہو جائے ۔

۱

جرم اور سزا

پھر شہر کا ایک قاضی آگے بڑھا اور بولا :

"ہمیں جرم اور سزا کے متعلق کچھ بتا!"

اور مصطفیٰ نے جواب دیا :

"جب تمہاری روحیں ہوا کے دوش پر سرگرداں ہوتی ہیں۔
اس وقت تم اپنے تئیں تنہا اور غیر محفوظ پا کر دوسروں کے
حق میں زیادتی کرتے ہو۔

اور چونکہ تم دوسروں کے حق میں زیادتی کرتے ہو اس لیے خود
اپنے حق میں زیادتی کرتے ہو۔

خود اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچاتے ہو۔
تم اپنی اس زیادتی کا کفارہ ادا نہیں کر سکتے۔
تاوقتیکہ اہلِ نعمت کا دروازہ نہ کھٹکھٹالو۔
اور ناچیز پسائی کے عالم میں تھوڑی دیر انتظار نہ کرو۔

تمہارا نورانی وجود، سمندر کی مثال ہے۔
جو ہمیشہ پاک و صاف رہتا ہے۔
اتھیر کی طرح، اُسی کو اپنی سطح پر تیرا تا ہے، جس کے بازو ہوں۔
بلکہ تمہارا نورانی وجود سُورج کی مثل ہے۔
جو چھچھوندر کی راہوں کو جانتا ہے، نہ سانپوں کے بل تلاش کرتا
ہے۔
لیکن یہ نورانی وجود، تمہاری ہستی میں تنہا مقیم نہیں ہے۔
بہت کچھ تم میں ہے۔ جو ہنوز انسان ہے۔
اور بہت کچھ تم میں ہے، جو ابھی تک انسان کے درجے کو نہیں
پہنچا۔

وہ ایک مسخ شدہ وجود ہے جس کی کوئی صورت نہیں، وہ بادلوں میں اونگھتا سوتا چلتا ہے، خود اپنی بیداری کو تلاش کرتا ہوا۔

تم میں جو انسان ہے، اس کا ذکر اب میں تم سے کرتا ہوں۔

وہی اور صرف وہی ہے، جو جرم اور سزا کو جانتا ہے، تمہاری نورانی ذات اور تمہارا بادلوں میں سرگرداں پھرنے والا وجود، دونوں اس سے بے تعلق ہیں۔

میں نے اکثر تمہیں خطاکاروں کا ذکر کرتے سنا ہے، گویا وہ تم میں سے نہیں ہیں، بلکہ اجنبی ہیں، جو تمہاری دنیا میں زبردستی آدھمکے ہیں۔

لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بڑے سے بڑا نیکوکار اور پرہیزگار بھی اس سے بلند تو نہیں ہے، جو تم میں سے ہر ایک کے اندر موجود ہے۔

اور اسی طرح گنہگار سے گنہگار اور کم زور سے کم زور بھی اس سے پست تر نہیں ہے۔ جو تم میں سے ہر ایک کے اندر موجود

ہے۔

اور جس طرح درخت کا ایک پتا، پورے درخت کے خاموش علم کے بغیر اپنا رنگ تبدیل نہیں کر سکتا۔

اسی طرح کوئی خطاکار تم سب کے مخفی ارادے کے بغیر خطا کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

پس اس کی حالت اس جلوس کی سی ہے، جس میں تم سب کے سب اپنے نورانی وجود کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہو۔

تم راہ بھی ہو اور رہرو بھی ہو۔

اگر تم میں سے کوئی گرتا ہے، تو ان لوگوں کے لیے گرتا ہے جو اس کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں، وہ انھیں خبردار کر دیتا ہے کہ راستے میں پتھر ہے، ٹھوکر کھانے سے بچیں۔

ہاں! اسی طرح وہ ان لوگوں کے لیے بھی گرتا ہے جو اس کے آگے آگے چل رہے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ اس کے مقابلے میں تیز رفتار بھی ہیں اور ثابت قدم بھی۔ لیکن اس پتھر کو رستے سے نہ ہٹا سکے۔

اسی طرح میں تم سے کہتا ہوں :

چاہے میری بات تمہارے دلوں پر گراں ہی کیوں نہ گزرے
کہ مقتول اپنے قتل کے جرم میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔
اور لٹنے والا اپنے لوٹے جانے پہ ملامت سے بری قرار
نہیں دیا جا سکتا۔

نیکوکار، بدکار کے افعال کی ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا۔
اور کوئی بے گناہ نہیں ہے جس کے ہاتھ مجرم کے جرم و گناہ
سے آلودہ نہ ہوں۔

ہاں! اکثر اوقات مجرم بھی اپنے ہدف کا ہدف بنتا ہے۔
اور اکثر و بیشتر سزا پانے والا مجرم، بے گناہوں اور بے خطاؤں
کا بوجھ بھی اُٹھاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تم عادل اور ظالم، نیک اور بد میں کوئی تفریق و
تمیز نہیں کر سکتے۔

اس لیے کہ وہ سورج کے سامنے ایک ساتھ کھڑے ہیں۔
جس طرح سیاہ اور سفید دھاگے ساتھ بنے جاتے ہیں۔

جب سیاہ دھاگا ٹوٹ جائے، تو جولاہا پورے تھان کو دیکھتا ہے
اور ساتھ ہی چرخے کا معائنہ بھی کرتا ہے۔

اگر تم میں سے کوئی کسی خیانت کار بیوی کو انصاف کی پیشگاہ
میں لائے۔
تو اسے چاہیئے کہ اس کے شوہر کے دل کو بھی ترازو میں رکھے اور
اس کی روح کو بھی پیمانے سے ناپے۔
اور جب تم میں سے کوئی مجرم کو دُرّے لگانے کا ارادہ کرے تو
ذرا اس شخص کی روح کو بھی جانچ لے، جس پر ظلم کیا گیا ہے۔
اور اگر تم میں سے کوئی فضیلت کے نام پر کسی کو سزا دینا اور گناہ
کے درخت پر انصاف کی چھری چلانا چاہے، تو پہلے اسے اس درخت
کی جڑوں کو دیکھنا چاہیئے۔
وہ نیکی اور بدی، ثمر اور بے ثمر کی جڑوں کو زمین کے خاموش
دل میں ایک دوسرے سے گتھا ہوا پائے گا۔
اور تم، اے انصاف گرو! اے عدالت کے راگ گانے والو!

تم اس شخص کے خلاف فیصلہ کیسے صادر کرو گے، جس کا جسم بے خطا اور جس کی روح خطاوار ہے؟

اور اس شخص پہ کیا سزا جاری کرو گے جو دوسرے کے جسم کو قتل کرتا ہے لیکن اس کی اپنی روح خود مقتول ہے؟

اور اس شخص پر تم کس طرح مقدمہ قائم کرو گے، جو اپنے افعال میں فریب اور زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے لیکن وہ خود بھی دوسروں کے فریب اور زیادتی کا شکار ہے۔

اور ان لوگوں کو سزا تم کیسے دو گے، جن کی پشیمانی ان کے گناہوں اور خطاؤں سے بھی زیادہ ہے؟

کیا پشیمانی کو بھی وہی قانون انصاف قرار نہیں دیتا، جس پہ عمل کر کے تم باغ باغ ہوتے ہو؟

البتہ پشیمانی ایسی چیز ہے، جسے تم کسی بے گناہ پہ عائد نہیں کر سکتے۔

نہ اسے کسی گنہ گار کے دل سے جدا کر سکتے ہو۔

پشیمانی، بن بلائے رات کو آتی ہے کہ سوتے ہوئے جاگیں اور

اپنے نفس کا جائزہ لیں۔

اور تم کہ انصاف کو سمجھنے بوجھنے کے مدعی ہو کس طرح انصاف کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہو تاوقتیکہ دن کی بھرپور روشنی میں تمام افعال پر نظر نہ ڈال سکو۔

اس وقت تمہیں معلوم ہو گا کہ بلند اور پست دراصل ایک ہی ہیں۔ گویا ایک ہی شخص ہے جو اپنی مسخ شدہ ذات کی رات اور اپنے نورانی وجود کے دن کے درمیان دھندلکے میں کھڑا ہے۔

اور یہ کہ عبادت گاہ کی محراب کا بلند ترین پتھر اس کی بنیاد کے پست ترین پتھر سے ذرا بھی اونچا نہیں ہے۔"

قوانین

پھر ایک وکیل نے اس سے پوچھا۔

"ہمارے قوانین کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

مصطفیٰ نے جواب دیا

"تمہیں قانون بنانے اور اسے نافذ کرنے میں کتنا مزا آتا ہے؟

لیکن اس سے بھی زیادہ خوشی تمہیں اس وقت ہوتی ہے جب تم اسے توڑتے ہو۔

سمندر کے کنارے کھیلتے ہوئے بچوں کی طرح جو بڑے شوق اور بڑی محنت سے ریت کے مینار بناتے ہیں اور پھر ہنستے کھیلتے انھیں

ڈھا دیتے ہیں۔

لیکن جب تم ریت کے مینار بناتے ہو، تو سمندر مزید ریت ساحل کی طرف لاتا ہے۔

اور جب تم انہیں ڈھاتے ہو تو سمندر قہقہوں میں تمہارے ساتھ شرکت کرتا ہے۔

اور قسم ہے اپنی جان کی! سمندر بے گناہ کے قہقہوں میں ہمیشہ شرکت کرتا ہے۔

لیکن ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جن کے نزدیک زندگی ایک سمندر ہے، نہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین ریت کے گھروندے؟

بلکہ جو زندگی کو ایک چٹان سمجھتے ہیں اور قانون کو ایک چھینی، جس سے وہ چٹان کو اپنی صورت پر تراشتے ہیں۔

اور کیا ارشاد ہے اس اپاہج کے بارے میں، جو رقص کرنے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے؟

اور اس بیل کے بارے میں، جو اپنے جوئے سے عشق کرتا ہے۔
اور جنگل کے ہرن اور نیل گائے کو آوارہ گرد اور ناکارہ سمجھتا ہے۔
اور اس بوڑھے سانپ کے بارے میں، جو اپنی کینچلی نہیں اتار
سکتا اور دوسرے کینچلی اتارنے والے سانپوں کو برہنہ اور بے حیا
ہونے کا طعنہ دیتا ہے۔
اور کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں، جو دعوت میں سب
سے پہلے پہنچتا ہے اور اتنا کھا جاتا ہے کہ اسے بدہضمی ہو جاتی ہے۔
اور جب وہ کھاتے کھاتے تھک جاتا ہے تو یہ کہتے ہوئے دعوت
سے چلا جاتا ہے کہ تمام دعوتیں جرم ہیں اور تمام دعوت کھانے
والے قانون شکن ؟

ان لوگوں کے بارے میں، اس کے سوا میں اور کیا کہہ سکتا
ہوں کہ یہ سب کے سب سورج کی روشنی میں کھڑے ہیں لیکن سورج
کی طرف سے پیٹھ موڑ کر۔
چنانچہ انھیں صرف اپنے سائے نظر آتے ہیں اور ان کے

سائے ہی ان کے قوانین ہیں۔

افسوس! ان لوگوں کے نزدیک سورج پر چھائیوں کے سرچشمے کے سوا اور کچھ نہیں۔

پھر یہ کیا ہے کہ تم قوانین کا اعتراف اسی قدر کرتے ہو کہ زمین کی طرف جھک کر ان کی پرچھائیاں تلاش کرتے رہو۔

لیکن اے وہ لوگو! کہ سورج کی طرف منہ کر کے چلتے ہو، زمین کی پرچھائیاں تمہارے پاؤں کی زنجیر نہیں بن سکتیں۔

اور اے وہ لوگو! کہ ہوا کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہو تمھیں کسی قطب نما کی ضرورت نہیں ہے۔

تمہیں انسان کا بنایا ہوا کوئی قانون اپنی گرفت میں نہیں لا سکتا۔ اگر تم اپنی گردن سے جوا اتار پھینکو اور کسی کے بنائے ہوئے قید خانے کے دروازے پر نہ جاؤ۔

تمہیں کونسا قانون ڈرا سکتا ہے۔ اگر تم آزاد ہو کر رقص کرو اور کسی کی بنائی ہوئی زنجیروں میں نہ الجھو!

اور کون تمہیں عدالت گاہ میں لے جا سکتا ہے، اگر تم اپنا ظاہری

لباس اپنے جسم سے نوچ پھینکو اور اسے کسی اور کے رستے میں نہ ڈالو!

اے اُورفالیس کے رہنے والو!
تم ڈھول کی آواز کو دبا سکتے ہو۔ سارنگی کے تاروں کو ڈھیلا کر سکتے ہو۔
"لیکن تم میں کون ہے، جو بلبل کو چہکنے سے روک دے؟"
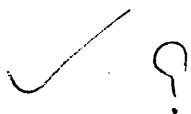
آزادی

"پھر ایک خطیب نے کہا :!"

"ہمیں آزادی کے متعلق کچھ بتا!"

اور مصطفیٰ نے جواب دیا :

"میں نے تمھیں شہر کے دروازوں اور اپنے گھروں کے آتش دانوں کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے، آزادی کی پوجا کرتے دیکھا ہے۔

جس طرح غلام کسی ظالم و سرکش کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اس کی تعریف میں قصیدے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ وہ انھیں قتل کرتا ہے۔

ہاں! میں نے عبادت گاہ کے صحن میں اور قلعے کے سائے تلے
ان لوگوں کو، جو تم میں آزادی کے سب سے بڑے پرستار ہیں
آزادی کا جوا اپنے کندھوں پہ رکھے اور آزادی کی بیڑیاں اپنے پاؤں
میں ڈالے، دیکھا ہے۔

میں نے اپنے دل کو اندر ہی اندر خون ہوتے محسوس کیا ہے۔
جب یہ دیکھا ہے کہ تم اس وقت تک آزادی کو نہ پا سکو گے، جب
تک اس کے حصول کی خواہش کو کبھی اپنے لیے ایک زنجیر نہ سمجھنے لگو
اور جب تک تم اس کا ذکر اس طرح کرنا نہ چھوڑ دو کہ وہی تمہاری منزلِ
مقصود اور وہی تمہاری تمناؤں کا ماحصل ہے۔

اپنی جان کی قسم! تم حقیقی معنی میں آزادی اس وقت حاصل
کرو گے، جب تمہاری زندگی میں کوئی دن نہ آئے گا جو افکار و مشاغل
سے خالی ہو اور تم پہ کوئی رات نہ گزرے گی جس میں تم کسی ضرورت یا
کسی غم کا احساس نہ کرو۔

لیکن اس سے بھی بڑی آزادی تمہیں اس وقت ملے گی، جب یہ

چیزیں تمہاری زندگی سے لپٹی ہوں گی، اور تم ان سب سے دامن چھڑا کر
گزر جاؤ گے ——— برہنہ اور آزاد!

اور ان شب و روز سے تم اپنے تئیں کبھی کیوں کر بلند کر و گے،
تاوقتیکہ ان زنجیروں کو نہ توڑ ڈالو، جن سے تم نے بادرِ شعور ہی کے
وقت اپنے دن کی ساعتوں کو جکڑ دیا تھا!
سچ یہ ہے کہ جسے تم آزادی کہتے ہو، وہ اُنھی زنجیروں میں کی سب
سے مضبوط زنجیر ہے۔
یہ اور بات ہے کہ اس زنجیر کی کڑیاں سورج کی روشنی میں چمکتی ہیں۔
اور اِن کی چمک تمہاری آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے۔

اور یہ بھاری جُوا کیا ہے، سوائے تمھاری ذات کے چند ٹکڑوں
کے جسے تم اپنے کندھوں سے اُتار کر، عروسِ آزادی سے ہم کنار
ہونا چاہتے ہو۔
اگر یہ قانون غیر منصفانہ ہے اور تم اسے منسوخ کرنا چاہتے ہو!

تو یہ نہ بھولو کہ یہ وہی قانون ہے، جسے تم نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی پیشانی پر لکھا ہے۔

تم اپنی لکھی ہوئی قانون کی کتابوں کو آگ لگا کر قانون کو نہیں مٹا سکتے اور نہ اپنے حاکموں کی پیشانیوں کو دھو کر، جو کچھ ان پر لکھا ہے اسے محو کر سکتے ہو۔

چاہے تم اس غرض کے لیے تمام سمندروں کا پانی بہا ڈالو۔

اور اگر تم ظالم و جابر فرماں روا کو اس کے تخت سے اتارنا چاہتے ہو، تو پہلے اس تخت کو تباہ کرو، جو اس کے لئے تم نے اپنے اندر بچھا رکھا ہے۔

اس لیے کہ کوئی ظالم و جابر فرماں روا اس رعایا پر حکومت نہیں کر سکتا۔ جس میں آزادی کی تڑپ ہو اور جو آزادی کو اپنے لیے سرمایہ فخر سمجھتی ہو۔

تاوقتیکہ خود رعایا کی آزادی میں ظلم و استبداد کے عناصر کی آمیزش نہ ہو۔

اور تاوقتیکہ خود رعایا کے وقار و عزت اور فخر و غرور میں ذلت و

بے شرمی کے داغ دھبے نہ ہوں۔

اگر کوئی خلش یا کوئی تردّد ہے، جس سے تم چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔
تو یاد رکھو کہ اسے تم نے خود اپنے لیے پسند کیا ہے۔
کسی اَور نے تمہارے سر نہیں تھوپا۔
اور اگر کوئی خوف ہے، جسے تم مٹانا چاہتے ہو تو اس کی جگہ تمہارے اپنے ہی دل میں ہے۔
نہ کہ اس شخص کے وجود میں، جس سے تم خائف ہو۔

قسم ہے اپنی جان کی: تمام امور و مسائل پسندیدہ یا ناپسندیدہ مکروہ یا محبوب، مطلوب یا مردود — تمہارے ہی وجود کی گہرائیوں میں متحرک ہیں، تمھی سے ہم کنار رہتے ہیں۔
ہاں! وہ تمھارے ہی نفس کی تہوں میں متحرک رہتے ہیں۔
جیسے روشنی اور اس کا سایہ، ہم زاد کی طرح باہم حرکت کرتے ہیں۔

اور جب سایہ دھندلا کر فنا ہو جاتا ہے، تو کجلائی ہوئی روشنی

ایک نئی روشنی کا سایہ بن جاتی ہے۔
اور یہی حال تمہاری آزادی کا ہے۔
جب وہ اپنی زنجیروں سے چھٹکارا پاتی ہے۔
تو پھر خود ایک عظیم تر آزادی کی زنجیر بن جاتی ہے!"

عقل اور جذبہ

پھر ایک کاہنہ نے دوبارہ اس سے درخواست کی:

"ہمیں عقل اور جذبے کے متعلق کچھ بتا!"

اور مصطفیٰ نے کہا:

"بسا اوقات تمہاری روح ایک میدانِ کارزار بن جاتی ہے۔

جس میں تمہاری عقل اور تمہاری دانش، تمہارے جذبات اور تمہاری

خواہشوں سے تیغ آزما ہوتی ہے۔

کاش میں تمہاری روحوں میں صلح کا پیغامبر بن کر اتر سکتا۔

کہ تمہارے عناصر کی باہمی نفرت کو دور کر کے انھیں ایک کر دیتا،

ان کے رشک و منافست کو اتفاق و اتحاد سے بدل دیتا اور وہ محبت و یک جہتی کے گیت گانے لگتے۔

لیکن یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں،

جب تک تم خود صلح کے پیغامبر نہ ہو۔

بلکہ جب تک تمہارے دلوں میں، ایک دوسرے کیلئے ہمہ گیر اور ہمہ جہت محبت پیدا نہ ہو۔

تمہاری عقلیں اور تمہارے جذبے، تمہاری سمندر پر تیرنے والی روحوں کے پتوار اور بادبان ہیں۔

اور اگر پتوار ٹوٹ جائے، یا بادبان پھٹ جائے تو موجیں تمہارے جہاز کو جھنجھوڑیں گی اور جدھر چاہیں گی بہالے جائیں گی۔

یا پھر وہ سمندر کے بیچ میں بے حس و حرکت کھڑا ہو جائے گا۔

اس لیے کہ اگر تنہا عقل کی حکومت ہو، تو وہ ایک ایسی قوّت بن جاتی ہے، جو تمہیں جکڑ کے رکھ دیتی ہے۔

اور اگر جذبے کو آزاد چھوڑ دیا جائے، تو وہ ایک ایسا شعلہ

ہو جاتا ہے، جو خود اپنے تئیں جلا ڈالتا ہے۔

پس اپنی روح کو موقعہ دو کہ وہ تمہاری عقل کو جذبے کی انتہائی
بلندی پر پہنچا دے، جہاں وہ نغمہ و آہنگ میں ڈوب جائے۔

اور اپنی روح کو اجازت دو کہ وہ عقل کو جذبے کا رہنما بنائے۔
تاکہ وہ ہر روز ایک نئی زندگی بسر کرے۔

وہ عنقا کی مثال ہو جائے، جو خود جلتا ہے اور اپنی راکھ سے پھر
پیدا ہو جاتا ہے۔

کاش! تم اپنی دانش اور اپنی خواہشوں کو اُس نظر سے دیکھو،
جس نظر سے اپنے گھر آنے والے دو عزیز مہمانوں کو دیکھتے ہو۔

یقیناً تم ان میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ دو گے۔
اس لیے کہ اگر تم نے ان میں سے کسی ایک پر زیادہ توجہ صرف کی
تو ان دونوں کی محبت اور ان دونوں کا اعتماد کھو بیٹھو گے۔

جب تم پہاڑیوں کے درمیان حسین اور گھنے درختوں کے سائے
تلے بیٹھو اور حدِ نظر تک پھیلے ہوئے کھیتوں اور سبزہ زاروں کے سکون

وجلال میں اپنا حصّہ بانٹو۔

تو اپنے دل کو سکون و خاموشی کی زبان میں کہنے دو:
روحِ مطلق ہماری عقل میں استراحت کرتی ہے۔

اور جب طوفان آئے، ہوا کے جھکڑ جنگلوں کو ہلا ڈالیں اور کڑک
اور گرج آسمان کے جلال و عظمت کا اعلان کریں۔

تو اپنے دل کو رعب و خوف کے عالم میں کہنے دو۔
روحِ مطلق جذبے میں متحرک ہوتی ہے۔

اور جب تک تم مملکتِ خداوندی میں ایک وجود ہو،
باغبانِ فطرت کے جنگل کا ایک پتا ہو۔

تم پہ لازم ہے کہ عقل کی آغوش میں استراحت کرو اور جذبے
کے میدان میں حرکت و عمل کے جھنڈے گاڑ دو!"

اَلَم

پھر ایک عورت بولی۔

"ہم سے اَلَم کا کچھ بیان کر!"

اور مصطفیٰ نے کہا:

"تمہارا اَلَم اُس خول کے ٹوٹنے کی اذیت ہے، جس میں تمہارا ادراک بند رہتا ہے۔

جس طرح پھل کا سخت چھلکا ٹوٹتا ہے کہ اس کا مغز سورج کی روشنی اور حرارت سے براہِ راست مستفید ہو سکے۔

یہی حال اَلَم کا ہے، جس سے تمھیں لازماً آشنا ہونا چاہیئے۔

اور اگر تمہارا دل زندگی کے روزمرہ پیش آنے والے معجزوں کو
دیکھنے کے قابل ہو،

تو تم دیکھو گے کہ تمہارے آلام، تمہاری مسرتوں سے کچھ کم
حسین و دل نواز نہیں ہیں۔

اور تم اپنے دل کے موسموں کی تبدیلی کو اسی طرح قبول کر لو گے،
جس طرح تم اپنے کھیتوں کے لیے موسموں کے تغیر کو قبول کرتے ہو۔

اور جب غم و الم کا سرمائی موسم تم پر گزرے گا تو متانت و استقامت
کے ساتھ تم اس کا مطالعہ کرو گے۔

اس لیے کہ تمہارے بہت سے آلام ہیں، جنھیں تم نے خود اپنے
لیے پسند کیا ہے۔

تمہارا الم درحقیقت ایک کڑوی دوا ہے، جو تمہارے روحانی
دکھ درد کے علاج کے لیے تمہارا طبیب تمہیں پلاتا ہے۔

پس اپنے طبیب پر بھروسا کرو اور اس کی تجویز کردہ دوا کو
سکون و اطمینان کے ساتھ پی لو۔

اس لیئے کہ جرّاح کا ہاتھ چاہے کتنا ہی بھاری اور سخت ہو لیکن
کام کرتا ہے وہ دستِ قدرت کے اشاروں ہی پر۔
اور دوا کا جو پیالہ طبیب تمہارے لیے لاتا ہے، چاہے اس
سے تمہارے ہونٹ جل ہی کیوں نہ جائیں۔
لیکن وہ بنا ہُوا اسی مٹّی کا ہے، جسے کمہار نے اپنے مقدّس
آنسوؤں سے گوندھا تھا۔

پھر ایک شخص نے کہا:
"ہمیں عرفانِ نفس کے متعلق کچھ بتا!"
اور مصطفیٰ نے جواب دیا۔
"تمہارے دل سکون و سکوت کے عالم میں شب و روز کے اسرار کا ادراک کرتے ہیں۔
لیکن تمہارے کان تمہارے وجدانِ تلب کی آواز کے پیاسے رہتے ہیں۔
جو چیز تمہارے فکر میں ہمیشہ واضح رہتی ہے تم اُسے الفاظ میں

جاننے کے لئے بے چین رہتے ہو۔

تم چاہتے ہو کہ اپنے خوابوں کے برہنہ جسم کو اپنی انگلیوں سے

چھو سکو۔

اور جو کچھ تم چاہتے ہو، ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے۔

لابدّ ہے کہ جو چشمہ تمہاری روحوں میں پوشیدہ ہے، تیزی سے

پھوٹے۔

اور گنگناتا ہوا سمندر کی طرف رواں دواں ہو جائے۔

اور وہ خزانہ جو تمہارے نفوس کی سرمدی گہرائیوں میں چھپا ہوا

ہے، تمہاری آنکھوں کے سامنے روشن ہو جائے۔

لیکن اپنے چھپے ہوئے خزانوں کو ترازوؤں میں تولنے کی

کوشش نہ کرو۔

نہ اپنے عرفان کی گہرائیوں کو لکڑی یا ڈوری کے پیمانے سے

ناپنے کی سعئ لاحاصل کرو۔

اس لیے کہ تمہارا نفس ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے جسے ناپا جا سکتا

ہے، نہ تولا جا سکتا ہے۔

یہ نہ کہو کہ "میں نے حقیقت کو پا لیا"
بلکہ یہ کہو کہ "میں نے بہت سے حقائق میں سے صرف ایک حقیقت
کا علم حاصل کر لیا"
نہ یہ کہو کہ "میں نے روح کا راستہ معلوم کر لیا"
بلکہ یہ کہو کہ "اپنی راہ چلتے چلتے، میں روح سے دو چار ہوا"
اس لیے کہ روح تمام راستوں پہ چلتی ہے۔
وہ کسی مقررہ رستے کی پابند نہیں اور نہ وہ پودے کی طرح
بالیدہ ہوتی ہے۔
وہ جب کھلتی ہے، کنول کے پھول کی طرح کھلتی ہے، جس کی
پتیوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا!"

تعلیم

ایک معلّم نے کہا۔
"ہم سے تعلیم کے متعلّق کچھ بیان کر!"
اور مصطفیٰ نے جواب دیا۔
"کوئی انسان ایسی کوئی چیز تم پر منکشف نہیں کر سکتا جو تمہاری صبحِ عرفان کے دھندلکے میں نیم خوابیدہ نہ ہو۔
وہ معلّم، جو اپنے شاگردوں کے درمیان، معبد کے سائے میں خراماں ہوتا ہے، وہ اپنا علم انھیں نہیں دیتا، بلکہ اپنا ایمان اور اپنی محبت انہیں عطا کرتا ہے۔

اگر وہ صحیح معنی میں علم و حکمت کا امانت دار ہے تو وہ تمہیں اپنے خانۂ عقل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ تمہارے اپنے ذہن کی دہلیز کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہے۔

فلکیات کا ایک عالم، فضاء سے متعلق اپنے علم کا تم سے ذکر تو کر سکتا ہے لیکن وہ اپنی سمجھ بوجھ تمہیں نہیں دے سکتا۔

ایک موسیقار، وہ تمہیں سُنا سکتا ہے، جو پوری فضاء میں مرتعش ہے۔ لیکن وہ کان تمہیں نہیں دے سکتا، جو اس نغمے کو اپنی گرفت میں لاتے ہیں۔ نہ وہ آواز تمہیں بخش سکتا ہے۔ جو اس نغمے کو متشکل کرتی ہے۔

اور وہ جو علمِ ریاضی کا ماہر ہے، وزن اور پیمانے کے اصول و حدود تو بتا سکتا ہے لیکن وہ تمہیں ان کی پہنائیوں میں نہیں لے جا سکتا۔

اس لیے کہ ایک انسان کی بصیرت اپنے پر و بال دوسرے انسان کو نہیں دے سکتی۔

پس جس طرح تم میں سے ہر ایک علمِ خداوندی میں اپنا ایک

سب سے الگ مقام پاتا ہے۔
اسی طرح تم میں سے ہر ایک کو خلا سے متعلق اپنے علم اور اسرار
زمین سے متعلق اپنے فہم میں سب سے الگ ہونا چاہیے۔"

دوستی

پھر ایک نوجوان بولا :

"ہمیں دوستی کے متعلق کچھ بتا!"

مصطفیٰ نے جواب دیا :

"تمہارا دوست تمہاری وہ ضرورت ہے ، جو پوری ہو گئی ہو۔

وہ تمہاری کھیتی ہے ۔جس میں تم محبت کے بیج بوتے ہو اور

شکر و امتنان کے ساتھ اس کے خوشے چنتے ہو۔

وہ تمہارا دسترخوان اور تمہارا چولہا ہے ۔

اس لیے کہ تم اپنی بھوک لے کر اس کے پاس جاتے ہو اور

اس کے پہلو میں امن و طمانیت تلاش کرتے ہو،

اور جب تمہارا دوست اپنے دل کی بات تم سے کہتا ہے، تو تم اپنے دل کی "نہیں" کے اظہار سے نہیں ہچکچاتے، نہ اپنی "ہاں" کو اپنے حلق میں روکے رکھتے ہو۔

اور جب وہ مہر بہ لب ہوتا ہے، اس وقت بھی تمہارا دل اس کے دل کی بات سننے سے محروم نہیں ہوتا۔

اس لیے کہ وہ دوستی میں تمام خواہشیں، تمام توقعات اور تمام خیالات الفاظ کے بغیر، پیدا ہوتے ہیں۔ اور نفوس اس میں شرکت کر کے مسرت حاصل کرتے ہیں —— بے طلب!

جب تم اپنے دوست سے جدا ہونے لگو تو تمہیں رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اس لیے کہ اس کے وجود میں جو چیز تمہیں عزیز تر ہے، ممکن ہے اس کی جدائی میں زیادہ روشن ہو جائے۔

جس طرح پہاڑ، کوہ پیما کو وادی سے زیادہ صاف نظر آتا ہے

تمہاری دوستی ہر لوث اور ہر غرض سے پاک ہونی چاہیئے۔
سوائے روح کی گہرائیوں میں در آنے کے۔

اس لیئے کہ جو محبت، اپنے بھیدوں سے پردہ اُٹھانا چاہتی
ہے محبت نہیں، ایک پھیلا ہوا جال ہے، جس سے لا حاصل کے سوا کچھ
حاصل نہیں ہوتا۔

تم میں جو سب سے بہتر چیز ہو، وہ اپنے دوست کو دو ۔
اگر وہ تمہارے بحرِ حیات کا "جذبہ" دیکھنا چاہتا ہے تو اس کی
دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ تم اسے اس کی طغیانی بھی دکھا دو۔
بھلا وہ بھی کوئی دوست ہوا جسے تم فرصت کے اوقات گزارنے
کے لیئے تلاش کرو۔

دوست کو تو ہمیشہ اس وقت تلاش کرنا چاہیئے، جب تم اس کے
ساتھ زندگی کی ساعتیں بسر کرو۔

اس لیئے کہ دوست کا کام تمہارے خالی اوقات کا پُر کرنا نہیں
بلکہ تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔

دوستی کی حلاوت میں قہقہوں اور مشترکہ مسرّتوں کو سمو دو۔
اس لیے کہ شبنم کے اُن ننھے قطروں میں جو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر گرتے
ہیں، دل کو اپنی صبح ملتی ہے اور وہ تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

کلام

اب ایک عالم آگے بڑھا اور بولا،
"ہمیں کلام کے متعلق کچھ بتا!"
اور مصطفیٰ نے جواب دیا:
"تم اس وقت کلام کرتے ہو، جب تمہارے اور تمہارے افکار کے درمیان جنگ ختم ہو جاتی ہے۔
اور جب تم اپنے دل کی تنہائی میں نہیں ٹھہر سکتے تو اپنے ہونٹوں پر آ براجمان ہوتے ہو۔
آواز صرف ایک تفریحی مشغلہ ہے اور وقت گزاری۔

اور جب تم زبان کی گرہ ہیں کھول دیتے ہو تو اپنے افکار کی آدھی جان نکال لیتے ہو۔

اس لیے کہ فکر فضائے بسیط کا ایک پرندہ ہے، جو کلام کے پنجرے میں اپنے بازو تو پھڑپھڑا سکتا ہے۔ اُڑ نہیں سکتا۔

تم میں اکثر ایسے ہیں، جو باتونی لوگوں کی طرف اس لیے دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں کہ تنہا رہنے سے ڈرتے ہیں۔

اس لیے کہ تنہائی کا سکوت، ان کی آنکھوں کے سامنے سے اُن کے نفس کے پردے اُٹھا دیتا ہے، اور وہ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اور تم میں ایسے بھی ہیں، جو بولتے ہیں اور بغیر کسی علم اور بغیر کسی پیش بینی کے، اس حقیقت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ جسے وہ خود نہیں جانتے۔

اور ایسے نفوس بھی تم میں ہیں، جو حقیقت کو اپنے نفس کی گہرائیوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن الفاظ میں اسے ظاہر نہیں کرتے۔

ایسے ہی لوگوں کے سینے میں روح سکون سے رہتی ہے۔

ایسا سکون، جس میں نغمے آسودہ ہوتے ہیں۔

جب تم اپنے دوست سے رستے یا بازار میں کہیں ملو، تو اپنے
اندر چھپی ہوئی روح کو اجازت دو کہ وہ تمہارے ہونٹوں کی جنبش میں
لائے اور تمہاری زبان کی رہنمائی کرے۔

اور اُس آواز کو، جو تمہاری آواز کے اندر ہے اس کان میں بات
کرنے دو، جو اس کے کان کے پیچھے ہمہ تن گوش ہے۔

اس لیے کہ اس کی روح تمہارے دل کی حقیقت کو اپنے اندر
محفوظ رکھے گی۔

جس طرح زبان شراب کے ذائقے کو محفوظ رکھتی ہے۔ اس
وقت بھی جب اس کے رنگ کو فراموشی نگل لیتی ہے، اور اس کے
پیالے کو زمانہ توڑ پھوڑ دیتا ہے۔

زمانہ

پھر ایک نجومی نے کہا:

"اے ہمارے رہنما! زمانے کی حقیقت ہم پر واضح کر!"

اور مصطفیٰ نے جواب دیا۔

"تم وقت کو ناپنا چاہتے ہو،

حالانکہ وقت نہ ناپا جا سکتا ہے، نہ تولا جا سکتا ہے۔

تم اپنا رستہ، بلکہ اپنی روح کی روش بھی وقت کے مطابق متعین

کرنا چاہتے ہو۔

تم وقت کو ایک دریا بنانا چاہتے ہو،

جس کے کنارے پر بیٹھ کر تم اس کے بہاؤ کا تماشا دیکھ سکو۔

لیکن وہ جو ایک سرمدی چیز تمہارے اندر ہے۔
وہ جانتی ہے کہ زندگی وقت کی ناپ تول سے آزاد ہے۔
اسے معلوم ہے کہ گزری ہوئی "کل"، "آج" کے لیے محض ایک
یاد ہے، اور آنے والی "کل"، "آج" کے لیے ایک خواب!
وہ اس سے بھی باخبر ہے کہ جو چیز تم میں نغمہ پیرا ہوتی اور غور و
فکر کرتی ہے۔
وہ ہنوز اسی ایک لمحے کی حدود میں مقیم ہے، جس لمحے میں فضاء
میں ستارے بکھیرے گئے تھے

تم میں کون ہے، جو یہ محسوس نہیں کرتا کہ اس میں محبت کرنے
کی جو قدرت و صلاحیت ہے، اس کی کوئی حد نہایت نہیں؛
بلکہ تم میں کون ہے جو یہ محسوس نہیں کرتا کہ خود یہ محبت جو خطوط
وحدود سے ناآشنا ہے، تمہارے سویدائے قلب میں رہتی ہے۔

وہ نہ فکری طور پہ ایک محبت سے دوسری محبت میں منتقل ہوتی ہے۔
اور نہ عملی طور پہ ایک محبت کو چھوڑ کر دوسری محبت کے پیچھے پیچھے
دوڑتی ہے
تو کیا زمانہ بھی محبت کی طرح نہیں ہے۔
جو نہ تقسیم ہوتا ہے، نہ قدموں سے ناپا جاتا ہے۔

لیکن تمہاری عقل اگر تمھیں زمانے کو موسموں میں تقسیم کرنے پہ
مجبور ہی کر دے۔
تو ہر موسم کو دوسرے تمام موسموں پہ محیط کر لو۔
اور اپنے "حال" کو یادوں کے ذریعے "ماضی" سے اور امیدوں
اور آرزوؤں کے ذریعے "مستقبل" سے ہم کنار ہونے دو!"

پھر شہر کے ایک معتبر شخص نے کہا۔
"ہمیں خیر و شر کے متعلق کچھ بتا!"
اور مصطفیٰ نے جواب دیا۔
"تمہارے اندر جو خیر ہے، اس کے متعلق تو میں بات کر سکتا ہوں۔
لیکن شر کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔
کیا شر اس خیر کے سوا کچھ اور ہے، جسے اس کی بھوک اور پیاس
نے مبتلائے عذاب کر رکھا ہو!
اپنی جان کی قسم!

جب خیر کی مہک ستاتی ہے، تو وہ اندھیرے غاروں میں بھی غذا
تلاش کرتی ہے۔
اور جب پیاس اسے بے حال کرتی ہے تو وہ گندے پانی سے
بھی اپنی پیاس بجھا لیتی ہے۔

میری طرح ہو جا! پختہ اور رس سے بھرا ہوا۔
جو ہمیشہ دوسروں کو اپنی نعمتیں تقسیم کرتا ہے،
اس لیے کہ دوسروں کو دینا پھل کی ضرورت ہے اور دوسروں
سے لینا بیجوں کی ضرورت۔

تم نیک ہو، جب کامل بیداری کی حالت میں گفتگو کرتے ہو۔
لیکن تمہیں بد نہیں کہا جا سکتا۔ اگر تم سوتے میں گفتگو کرتے ہو۔
اس لیے کہ بے ربط گفتگو بھی کمزور زبان کو قوت پہنچا سکتی ہے۔

تم نیک ہو، جب تم اپنے نصب العین کی طرف مردانہ وار قدم

اُٹھانے ہو۔

لیکن تم بد نہیں ہو گے، اگر لنگڑاتے ہوئے چلو۔
اس لیے کہ لنگڑانے والے پیچھے کی طرف نہیں جاتے۔
لیکن تم کہ قوی گام اور سبک خرام ہو۔
لنگڑے پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے اس کے سامنے لنگڑا کر
نہ چلنے لگنا۔

تم اسی وقت تک نیک ہو، جب تک اپنی ذات کے ساتھ تنہا ہو۔
لیکن ایسا نہ ہو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ تم لازماً بُرے ہی ہو جاؤ۔
اس لیے کہ تقسیم شدہ گھر چوروں کا اڈّہ نہیں ہے، وہ صرف
ایک تقسیم شدہ گھر ہے۔

اور ایک بے پتوار کا جہاز، ہو سکتا ہے کہ پُر خطر جزیروں کے
درمیان جھکولے کھاتا رہے۔
ضروری نہیں ہے کہ وہ ڈوب ہی جائے۔

تم نیک ہو، جب اپنی ذات کا کچھ حصّہ دوسروں کو دے سکو۔
لیکن تمہیں بد نہیں کہا جا سکتا، اگر تم اپنے لیے کچھ حاصل کرنا چاہو۔
اس لیے کہ جب تم اپنے لیے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو
تمہاری مثال اُن جڑوں کی سی ہوتی ہے جو زمین میں پیوست ہوتی ہیں،
اور اس کے سینے سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔
یقیناً پھل بیجوں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ
تمہاری زندگی کی بے شمار راہیں ہیں، جن میں تم نیک ہو۔
اور تمہارا نیک نہ ہونا، تمہارے بد ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔
اس صورت میں تم صرف ایک آرام طلب اور سست رفتار بن جاؤ گے۔
اور افسوس ہے کہ ہرن، کچھوے کو تیز گامی اور سبک رفتاری نہیں سکھا سکتا۔

تمہاری نیکی تمہارے اس شوق میں مضمر ہے، جو تم اپنے "نفسِ عظیم" کے
لیے رکھتے ہو۔
اور یہ شوق تم میں سے ہر ایک میں پایا جاتا ہے۔
لیکن تم میں سے بعض میں یہ شوق ایک سیلِ رواں کی مثال ہے جو اپنی

پوری قوّت کے ساتھ سمندر کی طرف بڑھا چلا جاتا ہے اور اس کی آغوش میں پہاڑیوں کے سارے راز اور جنگلوں کے تمام نغمے ہوتے ہیں۔

اور دوسرا دل میں ایک پایاب چشمے کی مانند، جو ساحل پہ پہنچنے سے پہلے راستے کے پیچ و خم، زاویوں اور گوشوں اور رکاوٹوں میں جذب ہو جاتا ہے۔

لیکن شوقِ بے پایاں رکھنے والے کو اس شخص سے جس میں طلب کی آگ دھیمی ہے، یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ

تم میں یہ سست رفتاری کیوں ہے؟ تم قدم کیوں نہیں اُٹھاتے؟

اس لیے کہ جو واقعی نیک ہے، وہ کسی ننگے سے نہیں کہتا کہ۔

"تمہارے کپڑے کہاں ہیں؟" اور نہ کسی نگھرے سے پوچھتا ہے کہ

"تمہارے گھر پہ کیا بپتا پڑی؟"

دُعا

پھر ایک راہبہ نے کہا:

"ہمیں دُعا کے متعلق کچھ بتا!"

اور مصطفیٰ نے جواب دیا:

"تم لوگ اس وقت دعا مانگتے ہو، جب تم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے یا جب تمہیں کوئی ضرورت ستاتی ہے۔

کاش تمہارے ہاتھ اس وقت بھی دعا کے لیے اُٹھتے، جب تمہارے دل خوشی سے لبریز ہوتے ہیں اور تمہاری زندگی راحت و اطمینان سے بسر ہوتی ہے۔

دُعا اس کے سوا کیا ہے کہ تم اپنے آپ کو زندہ ایتھر میں پھیلا دیتے ہو!

جب تم اپنی تاریکیوں کو فضا میں بکھیر کر اپنے دلوں میں راحت محسوس کرتے ہو، تو تمہیں اس روشنی کو بھیلا کر بھی خوشی محسوس کرنی چاہیئے، جس سے تمہارے دل روشن ہیں۔

اور اگر تم اس وقت، جب تمہاری روح تمہیں دعا کی طرف بلاتی ہے اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پا سکتے، تو پھر اس روح کو چاہیئے کہ، روتے ہوئے ہی سہی، تمہیں بار بار بھیز کرے، یہاں تک کہ تم ہنسنے لگو۔

جب تم دعا کرتے ہو تو فضا میں بلند ہو کر، اُن لوگوں کی روحوں سے ملتے ہو، جو عین اس لمحے میں دست بہ دعا ہوتے ہیں اور جن کی روحوں سے تمہاری روحیں دعا کے سوا اور کسی وقت نہیں مل سکتیں۔

پس دعا کے معبد میں تمہیں چھپ چھپ کر ہی جانا چاہیئے۔
جہاں کیف و وجد اور شیریں رفاقت کے سوا تمہارا اور کوئی مطلوب و مقصود نہ ہو۔

اس لیے کہ اگر معبد میں تم محض سائل بن کر گئے تو تمہاری حاجت ہرگز پوری نہ ہو گی۔

اور اگر تم وہاں صرف اظہارِ عجز کے لیے پہنچے تو تمہاری روح بلند ہو

میں پرواز نہ کر سکے گی۔

اور اگر تم کسی دوسرے کی بھلائی کے لیے دُعا کرنے وہاں گئے تو تمہاری

ایک نہ سُنی جائے گی۔

بس تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم دُعا کے معبد میں چھُپ چھپا کر جاؤ!"

افسوس ہے! میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ دُعا کن الفاظ میں مانگی جائے!

اس لیے کہ اللہ صرف وہی الفاظ سنتا ہے، جنہیں وہ خود تمھاری

زبان پہ جاری کرتا ہے۔

اور افسوس ہے کہ میں تمہیں وہ دُعا بھی نہیں سکھا سکتا جو سمندروں

جنگلوں اور پہاڑوں کے وردِ زبان ہے۔

لیکن تم کہ سمندروں، جنگلوں اور پہاڑوں کے لختِ جگر ہو، ان کی

دُعاؤں کو اپنے دلوں میں پا سکتے ہو۔

اور اگر تم رات کے سکوت پہ کان لگا سکو تو ان سمندروں، جنگلوں

اور پہاڑوں کو خاموشی کی زبان میں کہتے سنو گے کہ

"اے ہمارے پروردگار! اے ہماری روح!

جو اپنے آسمان سے ہماری اُوپر پرواز کرتی ہے:

تیری ہی رضا ہمارے اندر کار فرما ہے۔

اور تیری ہی رغبت ہے، جو ہمارے اندر رغبت کا بیج بوتی ہے

ہمارے اندر یہ تیرا ہی تقاضا ہے، جو ہماری راتوں کو ـــــ جو

درحقیقت تیری ہی راتیں ہیں، دنوں سے بدلتا ہے۔ جو درحقیقت

تیرے ہی بنائے ہوئے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم تم سے کچھ طلب نہیں کر سکتے

اس لیے کہ تو ہماری ضرورتوں کو جانتا ہے، اس سے پہلے کہ وہ

ہمارے دلوں میں پیدا ہوں۔

تو ہی ہماری ضرورت ہے۔

اور جب تو اپنی ذات کا ایک بڑا حصّہ ہمیں عطا کر دیتا ہے، تو

گویا سب کچھ ہمیں بخش دیتا ہے۔

عیش

اب ایک راہب آگے بڑھا، جو سال کے سال شہر آیا کرتا تھا

اور بولا:

"ہمیں عیش کے بارے میں کچھ بتا!"

اور جواب میں مصطفیٰ نے کہا:

"عیش آزادی کے گیتوں میں سے ایک گیت ہے۔

لیکن وہ آزادی نہیں ہے۔

وہ تمہاری خواہشوں کا ایک شگوفہ ہے

لیکن وہ ان کا ثمر نہیں ہے۔

وہ ایک گہرائی ہے جو بلندی کو پکارتی ہے،
لیکن نہ وہ گہرائی ہے، نہ بلندی
وہ پنجرے میں بند ایک پرندے کی سعیٔ پرواز ہے۔
لیکن وہ فضائے پرواز نہیں ہے۔
بے شک! علیش، آزادی کا ایک گیت ہے۔
اور میری تمنّا ہے کہ کاش! تم اس گیت کو اپنے دل کی تمام کیفیتوں کے ساتھ گا سکو۔
لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ گیت تمہارے دلوں کو ضائع کردے

تمہارے بعض نوجوان عیش کی طرف اس طرح دوڑتے ہیں، گویا وہی سب کچھ ہے۔
سو ان کے خلاف فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔ انھیں برا بھلا کہا جاتا ہے۔
اور اگر میں تم میں سے ہوتا، تو نہ ان کے خلاف کوئی فیصلہ صادر کرتا، نہ انھیں برا بھلا کہتا۔

بلکہ حصولِ عیش کی راہ میں ان کے حوصلے بڑھاتا ۔
اس لیے کہ جب وہ عیش کو پائیں گے، تنہا نہ پائیں گے ۔
اس کی سات بہنیں ہیں۔
اور ان میں جو سب سے کم خوبصورت ہے، وہ بھی عیش سے زیادہ
حسین ہے۔
کیا تم نے اس شخص کا قصہ نہیں سُنا، جو جڑوں کو اُکھاڑنے کے لیے
زمین کھود رہا تھا، لیکن وہاں اسے خزانہ مل گیا۔

تم میں سے بعض سن رسیدہ لوگ عیش رفتہ کا ذکر ایسے پچھتاوے کے
ساتھ کرتے ہیں گویا وہ ایک گناہ تھا جو بدمستی کی حالت میں ان سے سرزد ہو گیا۔
لیکن پچھتاوا تو ایک پردہ ہے، جو عقل پہ ڈالا جاتا ہے ۔
وہ کفّارہ نہیں ہے، جو گناہ کی آلودگی کو دھو ڈالتا ہے ۔
اُنھیں تو یہ چاہیے کہ وہ اپنے عیش کو شکرگزاری کے ساتھ یاد کریں۔
گویا وہ سرسبز کھیتی ہے، جسے اُنھوں نے گرمیوں میں کاٹا تھا۔
اور اگر ان کے دل کو پچھتاوے ہی میں تسکین ملتی ہے ۔ تو انھیں اسی

طرح تسکین پانے دو۔

اور تم میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو نوجوانوں کی طرح عیش کے پیچھے
بھاگتے ہیں، نہ بوڑھوں کی طرح اسے حسرت سے یاد کرتے ہیں۔
وہ تلاش اور یاد دونوں سے ڈرتے ہیں اور عیش ہی سے بھاگنے
لگتے ہیں۔

اس خوف سے کہ کہیں وہ اپنی روح کو فراموش نہ کر دیں یا اس
کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کر بیٹھیں۔

لیکن ان کا یہ زہد بھی عیش ہی کی ایک صورت ہے۔
خزانہ ان کو بھی ملتا ہے
اگرچہ وہ کانپتے ہاتھوں سے جڑوں کو کھودتے ہیں۔

مجھے بتاؤ! کون ہے وہ، جو اپنی روح کے ساتھ زیادتی کر سکے!
کیا بلبل رات کی خاموشی کا پردہ چاک کر سکتی ہے؟
یا جگنو ستاروں کا کچھ بگاڑ سکتا ہے؟
اور کیا تمہارا شعلہ یا تمہارا دھواں ہوا کے لیے بار دوش ہو سکتا ہے۔

کیا تم روح کو ایک تالاب سمجھتے ہو، جس کے پانی کو تم اپنی لکڑی سے متلاطم کر سکو۔

اکثر یہ ہوتا ہے کہ تم عیش سے انکار کرتے ہو اور اس طرح اپنی خواہش کو اپنی ذات کی تہوں میں چھپا دیتے ہو۔

اور کون جانے، جس سے تم "آج" انکار کرتے ہو وہ "کل" تمہارا منتظر ہو؟

خود تمہارا جسم جانتا ہے، جو کچھ اسے ورثے میں ملا ہے وہ اپنی حقیقی ضرورت سے واقف ہے اور کسی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔

تمہارا جسم تمہاری روح کا بربط ہے۔

اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس سے شیریں نغمے پیدا کر دیا پریشان آوازیں!

اب تم اپنے دل سے پوچھ رہے ہو گے کہ "ہم یہ تمیز کیسے کریں کہ عیش میں اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟"

اپنے کھیتوں اور اپنے باغوں میں جاؤ!

تم دیکھو گے کہ شہد کی مکھی پھول کا رس چوسنے میں اپنے لیے عیش پاتی ہے۔
لیکن اسی طرح پھول کو بھی اس میں عیش ملتا ہے کہ اپنا رس وہ شہد کی
کی مکھی کے حوالے کر دے۔
شہد کی مکھی کی نظر میں پھول زندگی کا ایک چشمہ ہے۔
اور پھول کی نظر میں شہد کی مکھی محبت کی ایک پیامی ہے۔
اور شہد کی مکھی اور پھول دونوں کے لیے یہ اخذ و عطا، ایک
ضرورت ہے اور ایک انبساط!

پس اے اورفالیس کے باشندو!
"اپنے عیش میں تم شہد کی مکھی اور پھول کی مثال ہو جاؤ!"

ایک شاعر نے کہا:

"ہمیں حُسن کے متعلق کچھ بتا!"

اور مصطفیٰ نے جواب دیا۔

"تم حُسن کو کہاں ڈھونڈو گے اور کیسے پاؤ گے، جب تک وہی تمہیں رستے میں نہ ملے اور تمہاری رہنمائی نہ کرے۔

اور تم کیسے اس کی باتیں کرو گے، جب تک وہی تمہاری گفتگو کا تانا بانا نہ بنے؟

زخم نصیب کہتا ہے!
"حُسن مہربان اور رحم دل ہے۔
وہ ہمارے درمیان سے، اس نوجوان ماں کی طرح، گزرتی ہے
جو اپنی ہی عزّت و منزلت سے لجائی جا رہی ہو۔
اور جذبات پرست کہتا ہے۔
نہیں! حُسن طاقت اور دہشت کا ایک مظہر ہے، جو طوفان کی
طرح، ہمارے قدموں کے نیچے زمین کو اور ہمارے سروں کے اوپر آسمان
کو لرزاتا ہے۔"

نحیف و درماندہ کہتا ہے:
"حُسن ایک دھیمی اور نرم و نازک آواز ہے، جو ہماری روحوں
سے سرگوشیاں کرتی ہے۔
اس کی آواز ہماری خاموشیوں میں اس طرح تھرتھراتی ہے جیسے
سائے کے خوف سے کپکپاتی روشنی!"
اور قلق و اضطراب کا مارا کہتا ہے۔

"ہم نے اسے پہاڑوں میں گونجتے گرجتے گرجتے سنا ہے۔
اور اس کی گونج گرج کے ساتھ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز پرندوں
کے بازوؤں کی پھڑپھڑاہٹ اور شیروں کی دھاڑ ہمارے کانوں میں آگی ہے۔

رات کے وقت، شہر کا چوکیدار کہتا ہے۔
"حسن، صبح کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوگا"
اور دوپہر کے وقت مزدور اور مسافر کہتے ہیں۔
"ہم نے اسے غروب کے دریچوں سے زمین کو جھانکتے دیکھا ہے"

موسم سرما کی برف میں گھرے ہوئے لوگ کہتے ہیں۔
"حسن موسم بہار کے ساتھ آئے گا اور پہاڑیوں پر چھلانگیں لگاتا پھرے گا۔
اور موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ میں کھیت کاٹنے والے کہتے ہیں۔
ہم نے اسے خزاں کی پتیوں کے ساتھ رقص کرتے دیکھا ہے۔
اس کے بالوں میں ہمیں برف کے سفید گالے نظر آتے ہیں"

ہاں! یہ ساری باتیں حسن کے متعلق تم کہتے ہو۔
لیکن سچ یہ ہے کہ تم حسن کی بات ہی کب کرتے ہو؟
تم تو اُن ضرورتوں کا ذکر کرتے ہو جو پوری نہیں ہو ملیں۔
اور حسن، ضرورت نہیں ایک کیف ہے۔
وہ نہ پیاس سے پھڑکتا ہوا ہونٹ ہے، نہ پھیلا ہوا خالی ہاتھ۔
بلکہ وہ ایک دل ہے ــــ سُلگتا ہُوا۔
اور ایک روح ہے ــــ شیفتہ و فریفتہ!
وہ کوئی ایسی صورت نہیں، جسے تم دیکھ سکو۔
نہ وہ کوئی ایسا گیت ہے، جسے تم سُن سکو۔
وہ ایک ایسی صورت ہے، جسے تم اپنی آنکھیں بند کر کے بھی دیکھ سکتے ہو۔
اور وہ ایک ایسا گیت ہے، جسے تم اپنے کان بند کر کے بھی سُن سکتے ہو۔
وہ شگاف زدہ چھال کے نیچے چھُپا ہُوا رس نہیں ہے۔
اور نہ کسی پنجے میں اُلجھا ہُوا پَر ہے۔

وہ تو ایک باغ ہے، جس میں بارہ مہینے پھول کھلتے ہیں۔
فرشتوں کا ایک پرا ہے، جو ہمیشہ فضا میں منڈلاتا رہتا ہے۔

اے اورفالیس کے رہنے والو، حسن زندگی ہے ——— وہ
زندگی جو اپنے نورانی چہرے سے نقاب اٹھا دے۔
اور تم زندگی ہو اور تمہی نقاب،
حسن ابدیت ہے، جو اپنا عکس اپنے آئینے میں دیکھتا ہے۔
اور تمہی ابدیت ہو اور تمہی آئینہ!"

مذہب

اب ایک بوڑھا پادری بولا۔

"ہمیں مذہب کے بارے میں کچھ بتا!"

اور مصطفیٰ نے کہا۔

"کیا جو کچھ آج میں نے تم سے کہا ہے، مذہب کے سوا کچھ اور ہے!
کیا تمام اعمال اور تمام افکار مذہب نہیں ہیں!
اور وہ چیز بھی، جو نہ عمل ہے نہ فکر، بلکہ وہ حیرت و استعجاب بھی
مذہب کے دائرے سے خارج ہے، جو ہر لمحہ روح میں ظہور کرتا ہے۔
اس وقت بھی جب انسان کا ہاتھ پتھر توڑ رہا ہوتا ہے۔ اور اس وقت

بھی، جب وہ چرخہ چلا رہا ہوتا ہے ؟

کون ہے جو اپنے ایمان کو اپنے عمل سے جُدا کر سکے ؟
یا اپنے عقیدے کو اپنے مشاغل سے سے الگ رکھ سکے ؟

اور کون ہے، جو اپنی زندگی کے لمحات و ساعات کو اپنے سامنے پھیلا کر کہے۔

یہ اللہ کے لیئے ہے اور یہ میرے لیے ..... یہ میری روح کے لیے ہے اور یہ میرے جسم کے لیے !

تمہارے تمام حالات، تمہاری ساری ساعتیں وہ پر و بال ہیں، جو فضا میں تمہاری جنبشوں کے ساتھ جنباں رہتے ہیں ۔

جو کوئی خوش اخلاقی کا لباس محض اس لیے پہنتا ہے کہ وہ اس کی بہترین پوشاک ہے، تو بہتر ہے کہ وہ برہنہ رہے ۔
ہوا کی موجیں اور سورج کی کرنیں اس کی جلد کو چھیدیں گی نہیں ۔
اور جو کوئی اپنے طرزِ عمل کی تحدید اخلاقی بندشوں کے تحت کرتا ہے وہ گویا اپنے نغمہ کار پرندے کو پنجرے میں بند کر دیتا ہے ۔

اس لیے کہ آزاد ترین نغمہ، کھچیوں اور تاروں میں سے نہیں اُبھرتا۔

اور وہ شخص، جس کے لیے عبادت ایک دریچہ ہے، جسے جب
چاہا کھول دیا اور جب چاہا بند کر دیا۔
اس شخص نے ابھی تک اپنی روح کا مسکن دیکھا ہی نہیں، جس
کے دریچے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

وہ زندگی، جو تم روزانہ بسر کرتے ہو، تمہارا معبد اور تمہارا
مذہب ہے۔
جب کبھی تم اس معبد میں داخل ہو، تو اپنی ساری پونجی اپنے
ساتھ لے کر جاؤ! ہل، بھٹی، ہتھوڑا اور بربط۔
اور وہ تمام چیزیں بھی، جو تم نے اپنی ضرورت یا اپنے عیش و
آرام کے لیے بنائی ہیں۔
اس لیے کہ جب تم اپنے خوابوں کے آسمان پر اُڑتے ہو تو اپنی
کامیابیوں سے بلند تر جا سکتے ہو، نہ اپنی ناکامیوں سے پست تر گر سکتے ہو۔
اور اپنے ساتھ تمام انسانوں کو لے جاؤ!

اس لیے کہ تم اپنی عبادت میں، نہ تو ان سب کی امیدوں اور آرزوؤں سے اونچے اڑ سکتے ہو، اور نہ ان سب کی مایوسیوں اور نامرادیوں سے نیچے گر سکتے ہو۔

اور اگر تم اللہ کا عرفان چاہتے ہو تو اپنے تئیں معمّے حل کرنے میں نہ الجھاؤ۔
بلکہ اپنے چاروں طرف دیکھو!
تم اُسے اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتے پاؤ گے۔
اور فضا میں دیکھو!
تم اُسے بادلوں میں چلتے پھرتے، بجلی میں بازو پھیلاتے اور بارش کے کے ساتھ زمین پر اُترتے دیکھو گے۔
ہاں! تم اسے پھولوں میں مسکراتے اور درختوں میں اشارے کرتے پاؤ گے۔

موت

• المیترا بولی۔
"اب ہم موت کے متعلق تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں!"
اور مصطفیٰ نے کہا:
"تم موت کا راز جاننا چاہتے ہو؟"
لیکن تم اسے کیسے پا سکو گے۔ جب تک اس کی تلاش قلبِ حیات میں نہ کرو!
اُلّو، جس کی آنکھیں رات کے وقت دیکھتی ہیں اور دن میں اُسے نظر نہیں آتا، وہ روشنی کے راز سے پردہ نہیں اُٹھا سکتا۔
پس اگر تم حقیقی معنی میں موت کی حقیقت سے پردہ اُٹھانا چاہتے

ہو، تو جسمِ حیات کی طرف اپنے دل کے دروازے کھول دو۔
اس لیے کہ زندگی اور موت ایک ہیں، اسی طرح جیسے دریا اور سمندر ایک ہیں۔

تمہاری امیدوں اور خواہشوں کی گہرائیوں میں غیب کے متعلق تمہارا
خاموش علم پوشیدہ ہے۔
اور جس طرح برف کے تودوں کے نیچے دبا ہوا بیج خواب دیکھتا ہے،
اسی طرح تمہارا دل بہار کا خواب دیکھتا ہے۔
پس خوابوں پر بھروسہ کرو،
کہ انہی میں ابدیت کا دروازہ پوشیدہ ہے۔

موت سے تمہارا خوف کھانا ایسا ہی ہے، جیسا چرواہے کا بادشاہ
کے حضور کپکپانا، جو ازراہِ شفقت وتحسین اس کا کندھا تھپتھپا رہا ہو۔
کیا اس کپکپی کے پیچھے چرواہے کی یہ مسرت پوشیدہ نہیں ہے کہ
وہ تمغائے سلطانی سے سرفراز کیا جائے گا؟
اور کیا وہ اپنی اس کپکپی کے بارے میں زیادہ محتاط نہیں ہے؟

موت اس کے سوا کیا ہے کہ ہم ہواؤں میں برہنہ کھڑے ہو جائیں اور
سورج کی گرم گرم کرنیں ہمیں پگھلا دیں۔

اور سانس کی آمدورفت بند ہو جانے کے معنی کیا ہیں، سوائے اس
کے کہ وہ زمانے کی بندشوں سے آزاد ہو کر کسی قید اور کسی رکاوٹ کے
بغیر ذاتِ مطلق کی طرف پرواز کر سکے۔

تم حقیقی معنی میں نغمہ سرا اسی وقت ہو گے، جب اپنے دریائے
خاموشی سے ایک گھونٹ پی لو گے۔

اور تم بلندی پہ چڑھنا اسی وقت سے شروع کرو گے جب تم پہاڑ کی
چوٹی پہ پہنچ جاؤ گے۔

اور تم صحیح معنی میں رقص اسی وقت کرو گے، جب زمین تمہیں
اپنی آغوش میں بھینچ لے گی۔

وداع

سُورج مغرب کی طرف جُھک گیا تھا۔

المیترا نے کہا:

"مبارک ہے یہ دن، مبارک ہے یہ جگہ، اور مبارک ہے تیری روح جو ہم سے ہم کلام ہوئی۔"

اور مصطفیٰ نے جواب دیا:

"کیا میں کہنے والا ہی تھا؟

سننے والا نہ تھا؟"

مصطفیٰ عبادت گاہ کی سیڑھیوں سے اُترا اور لوگ اُس کے
پیچھے پیچھے چلے۔

وہ اپنے جہاز پر سوار ہو گیا اور اس کے عرشے پر کھڑے ہو کر
اس نے مجمع پر دوبارہ نظر ڈالی اور بلند آواز میں کہنے لگا:۔
اے اورفالیس کے رہنے والو! ہوا مجھے تم سے رخصت ہونے
پر مجبور کر رہی ہے۔

اگرچہ روانگی کی اتنی جلدی مجھے نہیں ہے جتنی ہوا کو ہے۔
اس کے باوجود اب مجھے جانا ہی پڑے گا۔

ہم جیسے آوارہ گرد، جو ہمیشہ تنہا ترین رستے کی جستجو میں رہتے ہیں
کہیں بھی اپنا دن شروع نہیں کرتے، جہاں دوسرا دن تمام کرنے کی
نوبت آئے۔

اور آفتاب کا کوئی طلوع ہمیں اس جگہ نہیں پاتا، جہاں اس کے
غروب نے ہمیں چھوڑا تھا۔

ہم اس وقت بھی چلتے رہتے ہیں، جب زمین خواب میں مستغرق
ہوتی ہے۔

ہم غرور کے مضبوط مضبوط درخت کے بیج ہیں، جو ادھر اُدھر بکھیرے
جانے کے لیے اپنے تئیں اس وقت تک ہوا کے حوالے نہیں کرتے، جب
تک ہماری بالیدگی مکمل اور ہمارے دل معمور نہ ہو جائیں۔

بہت مختصر تھے وہ دن، جو میں نے تم میں گزارے۔
اور ان سے بھی مختصر تھے وہ الفاظ، جو میں نے تم سے کہے۔
جب میری آواز تمہارے کانوں میں اور میری محبت تمہارے حافظے
میں معدوم ہو جائے گی۔ تو میں پھر تمہارے پاس آؤں گا۔
اور پھر تم سے باتیں کروں گا، ایسے دل سے، جو جذبے سے مالا مال
ہو گا اور ایسے ہونٹوں سے، جن کی آواز پر روح بے اختیار لبیک کہے گی۔
ہاں! میں پانی کے چڑھاؤ کے ساتھ واپس آؤں گا اور چاہے موت
مجھے چھپا لے اور سکوتِ عظیم مجھے اپنی آغوش میں سمیٹ لے، پھر بھی
تمہاری عقلوں سے خطاب کرنے کی کوشش کروں گا۔
اور یقیناً میری یہ کوشش اکارت نہ جائے گی۔
اس لیے کہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، اگر وہ "حق" ہے، تو یہ حق"

واضح تر آواز اور تمہارے افکار سے ترتیب تر الفاظ میں از خود
ظاہر ہو گا۔

اسے اور فالیس کے رہنے والو! میں ہوا کے ساتھ ضرور جا رہا
ہوں، لیکن عدم کے غاروں میں نہیں اُتر رہا ہوں۔
پس آج کا دن اگر تمہاری ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا اور میری محبت
کا پیٹ نہیں بھرتا۔ تو اُسے ایک اور دن کے آنے کا وعدہ سمجھو۔
اس لیے کہ انسان کی ضرورتیں بدلتی ہیں۔ لیکن اس کی محبت اور
اس کی یہ خواہش کہ محبت اس کی ضرورتوں کو پورا کرے، نہیں بدلتی۔
پس یاد رکھو! میں سکوتِ عظیم کی آغوش سے نکل کر پھر آؤں گا۔
وہ کہر، جو صبح کے وقت، کھیتوں میں شبنم کے چند قطرے چھوڑ کر
چھٹ جاتی ہے۔ آسمان کی طرف بلند ہو کر بادل بن جاتی ہے اور
اس کے بعد مینہ بن کر زمین پہ برستی ہے۔
میں تمہارے درمیان کہر ہی کی مثال ہوں۔
میں رات کی خاموشی میں تمہاری سڑکوں پہ چلتا پھرتا رہا ہوں اور

میری روح تمہارے گھروں میں داخل ہوئی ہے۔

تمہارے دل میرے دل میں دھڑکے ہیں، تمہارے سانسوں کی بھاپ
میرے چہرے پر پھیلی ہے۔ اور میں تم سب کو جانتا ہوں۔

میں تمہاری خوشی اور تمہارے رنج سے واقف ہوں۔ سوتے میں
جو خواب تم نے دیکھے، وہ میرے خواب تھے اور اکثر اوقات میں تمہارے
درمیان اسی طرح رہا ہوں۔ جیسے پہاڑوں کے درمیان جھیل۔

تمہارے نفس کی بلندیوں اور ان کے درمیان پیچ وخم کھاتی
ہوئی ڈھلانوں بلکہ تمہارے افکار اور تمہاری تمناؤں کے رواں دواں
قافلوں کا عکس، آئینے کی طرح، میں نے اپنی آغوش میں لیا ہے۔

میری خاموشیوں میں تمہارے بچوں کے نرم ونازک قہقہے نہروں
کی طرح در آتے تھے اور تمہارے نوجوانوں کے ارمان دریاؤں کی
طرح۔

اور میری گہرائیوں میں پہنچنے کے بعد بھی ان نہروں اور ان دریاؤں
کی نغمہ ریزی ختم نہ ہوئی۔

لیکن ایک اور چیز بھی میرے اندر داخل ہوئی، جو ان قہقہوں سے

زیادہ شیریں اور ان ارمانوں سے زیادہ جلیل الشان تھی۔

یہ وہ لامحدود تھا، جو تمہارے اندر ہے۔

وہ انسانِ مطلق، جس کے اندر تم سب کے سب خلیوں اور نسیجوں
کی صورت میں نظر آتے ہو۔

وہ وجود جو تمہارے سنگیت کے سُرتال کو اپنے گیت میں اس
طرح گُم کر دیتا ہے کہ اس کی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔

اسی انسانِ مطلق کی بدولت تم بے حد و بے نہایت ہو جاتے ہو۔
اور اسی کو دیکھ کر میں نے تمہیں دیکھا اور تم سے محبّت کی۔

کیا محبّت کسی ایسی منزل پر پہنچ سکتی ہے، جو اس اُفقِ بعید
سے پرے ہو!

کون سی بصیرت، کون سی تمنّا اور کون سا قیاس ہے، جو اس سے
بھی بلند اُڑ سکے۔؟

تمہارے اندر یہ انسانِ مطلق ایسا ہے، جیسے شاہ بلوط کا تن آور
درخت، جس پر سیب کے پھول لپٹے ہوں۔

اس کی قوت تمہیں زمین سے باندھے رکھتی ہے، اس کی خوشبو

تمہیں فضاء میں بلند کرتی ہے اور اس کا دوام تمہیں موت کے جنگل سے
محفوظ رکھتا ہے۔

تم سے کہا جا چکا ہے کہ زنجیر ہوتے ہوئے بھی تم اس کی کمزور
ترین کڑی کی طرح ہو۔
لیکن یہ قول صرف نصف حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔
باقی نصف حقیقت یہ ہے کہ تم اس کی مضبوط ترین کڑی کی طرح
مضبوط بھی ہو۔
جو کوئی تمہیں، تمہارے معمولی کاموں کی ترازو میں تولتا ہے وہ
اس شخص کی مثال ہے، جو سمندر کی قوت کا اندازہ اس کے بے حقیقت
جھاگوں اور بلبلوں سے کرتا ہے۔

ہاں تم سمندر کی مثال ہو۔
اور اگرچہ بڑے بڑے جہاز تمہارے ساحلوں پہ پانی کے چڑھاؤ
کا انتظار کرتے ہیں

لیکن تم ایک سمندر کی طرح، پانی کے چڑھاؤ کی رفتار تیز
نہیں کر سکتے۔
اور تم موسموں کی مثال بھی ہو۔
ہر چند کہ تم اپنے سرما میں اپنی بہار کا انکار کرتے ہو۔
لیکن بہار تمہاری گہرائیوں میں استراحت فرما مسکراتی رہتی
ہے اور تمہارے انکار کا بُرا نہیں مانتی۔

کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں یہ باتیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم
بعد کو، ایک دوسرے سے کہو۔
دیکھو! اس نے ہماری کیسی تعریف کی، اس نے صرف ہماری
خوبیوں ہی کو دیکھا۔
میں تو صرف ان ہی الفاظ میں تم سے گفتگو کرتا ہوں، جن کے
معنی تمہارے ذہن میں ہوتے ہیں۔
اور الفاظ کا علم کیا ہے؟ غیر ملفوظ علم کا محض ایک سایہ!
تمہارے افکار اور میرے الفاظ، قافلے کے ٹھہرے پانی کی موجیں۔

ہیں، جس کا وجود ماضی کی سونتوں کا منت کش ہے۔
جو ہمارے ان ابتدائی دنوں کی یادوں سے ترکیب پذیر ہوا ہے، جب زمین نہ ہمیں جانتی تھی، نہ اپنے تئیں پہچانتی تھی۔
اور جس میں ان راتوں کی یادیں شامل ہیں، جب زمین پر انتشار کی حکمرانی تھی اور شورش و اضطراب نے اسے چاروں طرف گھیر رکھا تھا۔

اہلِ دانش تمہیں اپنی حکمت سے مالا مال کرنے آئے تھے۔ اور میں تمھاری حکمت سے کچھ لینے آیا ہوں۔
اور دیکھو! میں نے وہ کچھ پایا ہے۔ جو حکمت و دانش سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔
وہ تمہارے اندر بھڑکتا ہوا روح کا شعلہ ہے، جو روز بروز روشن سے روشن ہوتا جا رہا ہے۔
اور تم اس کے بڑھنے اور پھیلنے سے بے خبر، اپنی کوتاہی عمر کا رونا روتے رہتے ہو۔
وہ ایک زندگی ہے۔ جو قبروں کے خوف سے کانپتی ہوئی جسمانی

زندگی کی تلاش میں ہے۔

لیکن یہاں قبریں نہیں ہیں۔
یہ پہاڑ اور یہ میدان گہوارے ہیں اور سیڑھیاں۔
جب کبھی تم اس میدان سے گزرو، جہاں تم نے اپنے اسلاف کو دفن کیا تھا، تو غور سے دیکھو، وہاں تم اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رقص کرتے پاؤ گے۔
سچ یہ ہے کہ تم اکثر مسرور و شادماں ہوتے ہو اور نہیں جانتے کہ تم مسرور و شادماں ہو۔

میرے سوا بہت سے تمہارے پاس آئے، جنھوں نے اپنے سنہری وعدوں سے تمہارا ایمان خرید لیا۔ تم نے اپنی ذات، اپنی قوت اور اپنا شرف ان کی نذر کر دیا۔
اور میں نے تمہیں جو چیز دی، وہ وعدے سے بھی کم تر تھی۔
لیکن اس کے بدلے تم نے میرے ساتھ وہ فیاضی برتی جو اس سے پہلے کسی کے

ساتھ نہ برتی تھی۔

تم نے مجھے زندگی کی کبھی نہ بجھنے والی پیاس دی۔

یقیناً انسان کے لیے تحفے سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا، جو اس کے تمام مقاصد کو خشک اور پیاسے ہونٹوں میں تبدیل کر دے اور اس کی پوری زندگی کو ایک چشمہ بنا دے۔

اور اسی میں میرا سارا فخر اور میرا سارا انعام ہے۔

جب کبھی میں اس چشمے پر اپنی پیاس بجھانے آتا ہوں تو اس چشمے سے ابلتے ہوئے پانی کو خود پیاسا پاتا ہوں۔

چنانچہ میں اسے پیتا ہوں اور وہ مجھے پیتا ہے۔

تم میں سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ میں مغرور اور شرمیلا ہوں، اس لیے تمہارے تحفوں کو قبول نہ کروں گا۔

ہاں! میں یقیناً مغرور رہوں، لیکن اجرت لینے کے بارے میں، تحفہ قبول کرنے کے بارے میں نہیں۔

یہ سچ ہے کہ جب تم نے مجھے اپنے دسترخوان پر بٹھانا چاہا، میں نے

جنگلی توت کھا کر اپنا پیٹ بھر لیا۔
اور یہ بھی سچ ہے کہ جب تم نے مجھے اپنی خواب گاہوں کے نرم و
گداز بستر پر سلانا چاہا، میں عبادت گاہ کی دہلیز پہ سو رہا تھا۔
اس کے باوجود، کیا میرے دلوں اور میری راتوں کے متعلق
تمہاری محبت آمیز توجہ ہی وہ چیز نہیں ہے، جس نے ہر غذا کو میرے
کام و دہن کے لیے شیریں اور میری نیند کو خوش گوار خوابوں سے
رنگین بنا دیا؟

بالخصوص تمہارے اس سلوک پہ، میرے دل سے تمہارے
لیے دعائیں نکلتی ہیں کہ۔
تم نے مجھے بہت کچھ دیا اور کبھی محسوس نہ کیا کہ تم مجھے کیا کچھ
دے رہے ہو۔
میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کرم آئینے میں اپنا چہرہ
دیکھتا ہے، وہ پتھر بن جاتا ہے۔
اور جو نیک عمل اپنے تئیں شان دار ناموں سے پکارتا ہے، وہ
لعنت کو جنم دیتا ہے۔

اور تم میں سے کچھ لوگوں نے مجھے عزلت نشین کہہ کر پکارا، گویا میں
اپنی تنہائی میں مست ہوں۔
انھوں نے کہا: یہ شخص جنگل کے درختوں سے مانوس ہے اور انسانوں
سے بھڑکتا ہے۔
یہ تنہا پہاڑ کی چوٹیوں پر بیٹھتا ہے اور وہاں سے ہمارے شہروں کو
جھک کر دیکھتا ہے۔
یہ صحیح ہے کہ میں پہاڑوں پر چڑھتا تھا اور دور دراز مقامات پر
گشت کرتا تھا۔
لیکن میں تمہیں کیسے دیکھ سکتا تھا۔ اگر بلندی پر نہ چڑھتا اور دور دراز
کی مسافت سے تم پر نظر نہ ڈالتا۔
اور انسان کسی کے قرب سے کیسے شادکام ہو سکتا ہے جب تک
وہ جدائی کی تلخی سے آشنا نہ ہو۔

تم میں سے کچھ لوگوں نے مجھے زبانِ بے زبانی سے پکارا۔
اے اجنبی! اے پردیسی! اے عسیر الحصول بلندیوں کے شیدائی!

تو نے اِن چوٹیوں پر ڈیرے کیوں ڈالے ہیں، جہاں عقاب اپنے نشیمن
بناتے ہیں ؟
تو ناقابلِ حصول کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہے ؟
تو کس طوفان کو اپنے جال میں پھانسنا چاہتا ہے ؟
اور فضائے بلند کا وہ کونسا پرندہ ہے ، جسے تو آسمان پر
شکار کرے گا ؟!

آ ، اور ہم میں شامل ہو جا ،
نیچے اُتر اور ہماری روٹی سے اپنی بھوک مٹا اور ہماری شراب
سے اپنی پیاس کو تسکین دے ۔

ہاں ! اپنی روح کی تنہائی میں اُنھوں نے یہ باتیں کہیں ۔
اور اگر ان کی خلوت میں زیادہ گہرائی ہوتی تو وہ جان لیتے کہ
میں اُنھی کی خوشی اور اُنھی کے غم کا راز تلاش کرتا پھرتا تھا ۔
اور میں نے تمہارے ہی وجودِ مطلق کو شکار کیا تھا، جو آسمان
پر محوِ خرام ہے ۔

لیکن شکاری ہی شکار بھی تھا۔
اس لیے کہ بہت سے تیر میرا ہی سینہ چھیدنے کے لیے میری کمان
سے نکلے تھے۔
اسی طرح آسمان پر اُڑنے والا پرندہ ہی زمین پہ بھی اُترتا تھا۔
اس لیے کہ جب میرے بازو، دھوپ میں آسمان پر پھیلتے تھے،
تو اس کا سایہ، کچھوے کی طرح زمین پر رینگتا تھا۔
اور میں جو صاحبِ ایمان تھا، متشکک بھی تھا۔
چنانچہ میں نے اکثر اپنی انگلی اپنے زخم پر رکھی، کہ شاید زخم پہ میرا ایمان
اور قوی ہو جائے، تمہارے متعلق میرا علم اور بڑھ جائے۔

اسی ایمان اور اسی علم کی بنا پر اب میں تم سے کہتا ہوں،
تم نہ اپنے جسموں میں مقید ہو، نہ اپنے گھروں اور کھیتوں میں
اس لیے کہ تمہاری ذات پہاڑ پر رہتی ہے اور ہوا
وہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو حرارت اندوزی
میں رینگتی ہو، یا جو اپنی حفاظت کے لیے اندھیرے میں بل بناتی

وہ ایک آزاد چیز ہے، بلکہ ایک روح ہے جو زمین کو محیط ہوتی
ہے اور آکاش میں پرواز کرتی ہے۔

اگر میرے ان الفاظ میں تمہیں ابہام واجمال نظر آتا ہے۔
تو انھیں واضح کرنے کی کوشش نہ کرو۔
اس لیے کہ ابہام اور دھندلکا، دونوں ہر چیز کا آغاز ہیں۔
اس کی انتہا نہیں ہیں۔
میں چاہتا ہوں:
تم مجھے ایک آغاز کی حیثیت سے یاد رکھو!
اس لیے کہ زندگی — اور ہر زندہ چیز — کی تخلیق کا آغاز دھندلکے
ہی میں ہوتا ہے۔
ـشنی اور چمک میں نہیں ہوتا۔
ـ جانے
ال وفنا کی منزلیں طے کرتے ہوئے، چمک ہی دھندلکا بنتی ہو۔

جب تم مجھے یاد کرو، تو میری یہ بات بھی تمہیں یاد رہے کہ
جو چیز تم میں سب سے زیادہ کم زور اور سب سے زیادہ ناپائدار
نظر آتی ہے۔ وہی درحقیقت سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ
پائیدار ہے۔
کیا تمہارے سانس ہی نہیں ہیں، جن پر تمہاری ہڈیوں کا ڈھانچہ
استوار کیا گیا ہے؟
کیا اسی خواب نے، جو تم سب کے حافظے سے محو ہو چکا ہے تمہارے
شہر کی بنیاد نہیں رکھی اور اس شہر کی ہر چیز کو آراستہ نہیں کیا!
پس اگر تم اپنے مضطرب سانسوں کو دیکھ سکتے، تو ان کے سوا ہر چیز
کے نظارے کو بھول جاتے۔
اور اگر تم اپنے اس خواب کی سرگوشیوں کو سن سکتے، تو دوسری تمام
آوازوں کی طرف سے اپنے کان بند کر لیتے!

لیکن نہ تم دیکھتے ہو، نہ سنتے ہو اور یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔
اس لیے کہ جو پردہ تمہاری آنکھوں پر پڑا ہے، اسے وہی ہاتھ

اُٹھا سکتا ہے، جس نے وہ پردہ بُنا ہے۔

اور وہ مٹی، جو تمہارے کانوں میں ٹھنسی ہے۔ وہ اُنہی اُنگلیوں سے نکالی جاسکتی ہے جنہوں نے اس مٹی کو گوندھا ہے۔

ایک دن آئے گا، جب تم دیکھو گے۔

اور سُنو گے!

لیکن اس وقت نہ تمہیں اپنے اندھے پن پر افسوس ہو گا نہ اپنے بہرے پن پر۔

اس دن تم اشیاء کی مخفی علتوں کو جان لو گے۔

اور ظلمت کو بھی اتنا ہی مبارک و مسعود سمجھو گے، جتنا مبارک و مسعود تم نور کو سمجھتے ہو۔

اپنے خطاب سے فارغ ہو کر اس نے گردوپیش پر نظر ڈالی۔

اور دیکھا کہ اس کے جہاز کے ملاح اپنے پتواروں کے پاس کھڑے ہیں۔ وہ کبھی ہوا میں لہراتے بادبانوں کو دیکھتے ہیں اور کبھی دُور اُفق کی طرف تکنے لگتے ہیں۔

میرے جہاز کا ناخدا کتنا صابر ہے۔
ہوا چل رہی ہے اور بادبان مچل رہے ہیں۔
بلکہ پتوار بھی اشارے کے منتظر ہیں۔
اس کے باوجود وہ خاموشی کے ساتھ میرا انتظار کر رہا ہے۔
اور ان ملاحوں نے، جو میرے ساتھی ہیں اور جنہوں نے بحرِ اعظم
کے گیت سُن رکھے ہیں۔ کس قدر صبر و سکون کے ساتھ، میری باتیں سُنی ہیں۔
اب ان کو میرا زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑے گا۔
میں تیار ہوں۔
ندی، سمندر کی آغوش میں پہنچ گئی ہے۔
اور مادرِ فطرت اپنے بچے کو دوبارہ اپنے سینے سے چمٹا رہی ہے۔

اے اورفالیس والو!
الوداع!
آج کا دن ختم ہوا۔
دیکھو! وہ ہم پر سے اپنی چادر اسی طرح سمیٹ رہا ہے، جس

طرح کنول اپنے آنے والے دکل، پہر سے اپنی پتّیاں سمیٹ لیتا ہے۔
جو کچھ ہمیں اب دیا گیا ہے، ہم اس کو محفوظ رکھیں گے۔
اور اگر ہماری ضرورت پوری نہ ہوئی، تو ہمیں ایک بار پھر
ملنا پڑے گا۔ اور اس وجود کے سامنے ایک ساتھ ہاتھ پھیلانے
ہوں گے، جس نے اپنی نعمتوں کا حصّہ ہمیں عطا لیا ہے۔
یہ نہ بھولنا کہ میں تمھارے پاس پھر آؤں گا۔
زیادہ دیر میں نہیں، چند ہی روز بعد
میرا شوق ایک نئے جسم کی تشکیل و تعمیر کے لیے مٹّی اور
جھاگ جمع کرے گا۔

ہاں چند ہی روز بعد، جب میں ہوا کے دوش پر تھوڑی دیر
آرام کر چکوں گا۔
ایک اور عورت مجھے اپنے گربھ میں پالے گی

رخصت! تم سے اور اس جوانی سے، جو میں نے تمھارے
درمیان بسر کی ہے، رخصت!

کل ہم ایک دوسرے سے خواب میں ملے تھے۔
تم میری تنہائی میں میرے لیے گیت گا رہے تھے۔
اور میں تمہارے ذوق و شوق سے آسمان پہ ایک مینار تعمیر کر رہا تھا۔
لیکن اب ہماری آنکھ کھل گئی ہے اور ہمارا خواب ختم ہو گیا ہے۔
اب سورج کی کرن پھوٹنے والی ہے۔
سورج ہمارے سروں پر آ گیا ہے، اور ہماری نیم بیداری
بھرپور دن میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اب ہمیں رخصت ہونا ہی پڑے گا۔
اگر ہمیں یادوں کے دھندلکے میں ایک بار پھر ملنا ہے، تو ہم
دوبارہ ایک دوسرے سے باتیں کریں گے۔
اور تم میرے لیے گیت گاؤ گے، جو پہلے گیتوں سے زیادہ گہرے
ہوں گے۔
اور اگر ہمارے ہاتھ ایک اور خواب میں ملتے ہیں، تو ہم آسمان
پہ ایک اور مینار بنائیں گے۔

یہ کہہ کر اس نے ملاحوں کو اشارہ کیا، اور ملاحوں نے اسی وقت

لنگر اٹھا لیا۔

اُنھوں نے جہاز کی بندشیں کھولیں اور جہاز مشرق کی طرف حرکت کرنے لگا۔

لوگوں کی چیخیں بلند ہوئیں۔گویا وہ ایک ہی دل سے اُبھر رہی ہیں اور اوّل شب کی ظلمتوں کو چیرتی ہوئیں، سمندر کی سطح پر سے گزر گئیں

ایک المیترا تھی، جو خاموش کھڑی جہاز کو تکتی رہی، یہاں تک کہ وہ کہر میں تحلیل ہو گیا۔

مجمع منتشر ہو گیا لیکن وہ دیر تک ساحل پر کھڑی رہی۔

اس کے دل میں جانے والے کے یہ الفاظ گونج رہے تھے:۔

"ہاں! چند ہی روز بعد، جب میں ہوا کے دوش پر تھوڑی دیر آرام کر چکوں گا،

ایک اور عورت، مجھے اپنے گربھ میں پا لے گی!"